www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

لاہور

المرشد

جنوری: 2000

نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے محمد اللہ کے رسول ہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المرشد لاہور

جلد نمبر 21 رمضان المبارک / شوال 1420ھ بمطابق جنوری 2000ء شمارہ نمبر 6

اس شمارے میں

1	(اداریہ) مسلم ممالک کو حقیقی آزادی کب نصیب ہوگی	محمد اسلم	3
2	سود کے خلاف سپریم کورٹ کا فیصلہ	تازہ ترین رپورٹ	4
3	اکیسویں صدی کا استقبال اور بے خبر مسلمان	ملک احمد سرور	5
4	اخوان جہاد فورس	امیر محمد اکرم اعوان	16
5	سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ	الطاف قادر گھمن	22
6	عبرت	ہارون الرشید	26
7	مقتولین کے ورثاء متوجہ ہوں	امیر محمد اکرم اعوان	28
8	مجلس ذکر	پروفیسر عبدالرزاق	35
9	عشق محمد ﷺ	امیر محمد اکرم اعوان	42
10	احتسابی عمل کے نئے دروازے	روئیداد خان	51
11	امیر محمد اکرم اعوان کا روزنامہ پاکستان کو انٹرویو	نجم الحسن عارف	55
12	آج اعلان کردیں	جاوید چودھری	63

رابطہ آفس:- دارالعرفان، عقب عبداللہ پورو یگن سٹینڈ، ریلوے کالونی فیصل آباد- فون 727410

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق — انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

پتہ:- ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور- فون 5180467

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسلم ممالک کو حقیقی آزادی کب نصیب ہوگی

سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں انقلاب برپا کرنے والی 20 ویں صدی اس لحاظ سے مسلمانوں کے لئے اہمیت کی حامل رہی کہ اس صدی میں چالیس سے زائد مسلم ممالک' برطانیہ' ہالینڈ' فرانس اور روس کے تسلط سے آزاد ہوئے۔ ان مسلم ممالک کی آزادی کے پیچھے ان روحانی پیشواؤں اور علماء کی سالہاسال کی مسلسل کوششوں اور قربانیوں کا بڑا عمل دخل ہے جنہوں نے مسلمانوں میں بیداری کی تحریکیں چلائیں۔ ان روحانی پیشواؤں اور علماء کی جدوجہد رنگ لائی اور مسلمانوں میں جذبہ حریت پروان چڑھا۔ علم و آگہی کی روشنی نے مسلمانوں کو ایک نئی قوت بخشی اور وہ جذبہ ایمانی کے ساتھ غیر مسلموں کے خلاف متحرک ہوگئے۔ حالات نے پلٹا کھایا اور مسلمانوں پر حکمرانی کرنے والے غیر مسلم حکمرانوں کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ برسوں سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمانوں کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔ نئی صدی میں داخل ہوتے وقت چالیس سے زائد مسلم ممالک کا آزادی حاصل کرنا ایک خوش آئندہ عمل ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز پر جب ہم پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو مسلم ممالک کی آزادی نامکمل محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ آج بھی مسلمانوں کو وہی مسائل درپیش ہیں جن کا سامنا انہیں غیر مسلم حکمرانوں کے دور حکومت میں کرنا پڑتا تھا۔ ہم نے نام کی حد تک تو آزادی حاصل کرلی مگر عملاً" آج بھی غلامانہ طرز زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صرف حکمرانی کرنے والے لوگ ہی تبدیل ہوئے ہیں باقی تمام معاملات وہی ہیں جو غلامی کے دور میں تھے کہیں بھی حالات تبدیل ہوئے نظر نہیں آتے۔ آج بھی غریب در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ نہ اس کو انصاف ملتا ہے نہ ہی صحت کی ضروری سہولتیں۔ وہ سسک سسک کر مرجاتا ہے مگر اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ غریب کے بچے آج بھی اچھی تعلیم سے محروم ہیں طبقاتی نظام تعلیم نے مسلمانوں کو تقسیم کردیا ہے۔

آزادی حاصل کرنے کے باوجود ایک "مسلم ملک" میں لوگوں کا مصائب و مشکلات میں مبتلا رہنا اور بے بسی کی زندگی گزارنا' کیا آزادی کی علامت ہے۔ کیا ہمارے آباؤ اجداد نے قید و بند کی صعوبتیں اسی لئے برداشت کی تھیں؟ کیا آج مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یہ ہمارے بزرگان دین اور علماء دین کی جہد مسلسل کا ثمر ہے؟ کیا ہمیں وہ سہولتیں میسر ہیں جو ایک مسلم ملک میں عام آدمی کو ملنی چاہئیں؟ یہ کسی ایک ملک یا علاقے کا مسئلہ نہیں بلکہ اگر ہم دنیا کے نقشے پر نظر دوڑائیں اور حالات کا عمیق جائزہ لیں تو مراکش سے بنگلہ دیش تک مسلم ممالک کی کہانی ایک ہی جیسی ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی وجہ ہے جس کی بنا پر مسلمانوں کو مصیبتیں برداشت کرنا پڑ رہی ہیں' وہ کونسی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کو آزادی کے ثمرات نصیب نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض کیوں ہوگیا ہے؟ کیا ہم اسلام سے دور ہوگئے' کیا ہم نے نماز' روزہ حج اور زکوۃ کا عمل چھوڑ دیا ہے؟ کیا ہم نے اپنے رب کو یاد کرنا چھوڑ دیا ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ ہم اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں' نماز بھی پڑھتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں' زکوۃ بھی دیتے ہیں۔ مسجدیں بن رہی ہیں اور الحمدللہ مسجدوں میں عبادت گزاروں کی تعداد بھی ٹھیک ٹھاک ہوتی ہے۔ دینی مدرسوں سے ہر سال ہزاروں افراد حافظ اور قاری بن کر نکلتے ہیں۔ ہر سال لاکھوں افراد فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ تو پھر اس کے باوجود ہمارے مسائل کیوں حل نہیں ہوتے؟ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے اللہ کا دیا ہوا نظام حیات قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ہم نے "گورے آقاؤں" سے تو بظاہر آزادی حاصل کرلی مگر ہمارے اپنے "کالے آقاؤں" نے ہم پر وہی نظام مسلط کردیا جو "گوروں" کا بنایا ہوا تھا۔ ہم اسی فرسودہ اور ظالمانہ نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں۔

ہم عبادت تو اللہ کی کرتے ہیں مگر زندگی کے دیگر معاملات غیر مسلموں کے طریقوں کے مطابق چلاتے ہیں۔ ہم صدقہ خیرات تو کرتے ہیں مگر کاروبار سودی نظام کے تحت چلاتے ہیں۔ ہم بات تو نبی اکرمؐ کے سنہری دور میں امن و انصاف کی کرتے ہیں مگر خود انگریزوں کا نظام اپناتے ہیں۔ ہم نبی اکرمؐ کی تعلیمات کو بہترین قرار دیتے ہیں مگر اپنے لئے انگریزوں کا نظام تعلیم رائج کر رکھا ہے۔ ہم خلفائے راشدین کے دور کو مثالی قرار دیتے ہیں مگر طرز حکومت میں غیر مسلموں کی نقالی کرتے ہیں۔ بس یہی وجوہات ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشکلات و مسائل کا سامنا ہے۔ تعداد میں زیادہ ہونے اور 75 فیصد وسائل ہونے کے باوجود مسلمان پٹ رہے ہیں اور غیر مسلم دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں۔

ایسے حالات میں وقت تقاضا کرتا ہے کہ مسلم ممالک کے حکمران اٹھ کھڑے ہوں اور مسلم ممالک میں وہی نظام نافذ کریں جو اسلام کا نظام ہے' جو نبی اکرمؐ نے اپنی امت کو دیا ہے' یہی نظام مسلم ممالک کی حقیقی آزادی کا مظہر ہے۔ افغانستان اور سوڈان کی مثال ہمارے سامنے ہے انہوں نے وسائل میں کمی اور غریب ہونے کے باوجود نفاذ اسلام کے عملی اقدامات کئے گو کہ یورپ اور امریکہ ان ممالک کے خلاف معاشی پابندیاں لگا رہا ہے' انہیں مختلف ذرائع سے ڈرایا دھمکایا جارہا ہے مگر اس سے وہ خوفزدہ نہیں ہوئے اور وہاں پر اسلام کے ثمرات عام آدمی تک پہنچنا شروع ہو رہے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دوسرے مسلم ممالک بھی ان کی تقلید کریں۔

نئی صدی مسلمانوں کے لئے ایک چیلنج ہے اور ان سے اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ متحد و منظم ہو کر غیر مسلموں کا تسلط قبول کرنے سے انکار کردیں اور تمام معاملات معیشت' تجارت' تعلیم' عدالتیں اور سیاسی نظام اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق چلانے کا اعلان کردیں۔ باطل کے خلاف ڈٹ جانے سے ہی ہم اپنی کھوئی ہوئی منزل پانے میں کامیاب ہوں گے اور مسلم ممالک کو حقیقی آزادی نصیب ہوگی

سید اسد علی

www.naqshbandiaowaisiah.com

تازہ ترین رپورٹ

سود کے خلاف سپریم کورٹ کا فیصلہ

خصوصی رپورٹ

سپریم کورٹ کے جسٹس خلیل الرحمان خان، جسٹس منیر اے شیخ، جسٹس وجیہ الدین احمد اور جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی (ممبر) پر مشتمل بنچ نے وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ برقرار رکھتے ہوئے سود کا نفاذ غیر اسلامی قرار دے دیا ہے۔ اس ضمن میں فاضل بنچ نے حکومت، سٹیٹ بنک اور دیگر قومی بنکوں کو ایک سے چھ ماہ کے اندر "ٹاسک فورس" اور "کمیشن" قائم کرنے کی ہدایت کی ہے جو موجودہ مالی نظام کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے لائحہ عمل تیار کریں گے۔ فاضل بنچ نے اس سلسلہ میں حکومت کو ضروری قوانین بنانے کا حکم بھی دیا ہے۔ 23 دسمبر 1999ء کو سنائے جانے والے فیصلہ میں فاضل بنچ نے قرار دیا ہے کہ سود سمیت مالیات سے متعلق ایسے تمام قوانین 30 جون 2001ء کے بعد غیر موثر اور ساقط ہو جائیں گے جو اسلام کے منافی ہوں گے۔ تاہم 8 قوانین 31 مارچ 2000ء کے بعد ہی غیر موثر ہو جائیں گے۔

31 مارچ 2000ء کے بعد غیر موثر ہونے والے قوانین میں انٹریسٹ ایکٹ 1839ء ویسٹ پاکستان منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ 1960ء ویسٹ پاکستان منی لینڈرز رولز مجریہ 1965ء سرحد منی لینڈرز رولز 1965ء پنجاب منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ 1960ء سندھ منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ 1960ء سرحد منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ 1960ء بلوچستان منی لینڈرز آرڈیننس مجریہ 1962ء کی دفعہ 9 شامل ہیں۔ فاضل بنچ نے قومی بچت کی سکیموں' مروجہ بانڈز اور سرٹیفکیٹس پر منافع بھی سود قرار دے کر غیر اسلامی قرار دے دیا ہے۔ فاضل بنچ نے فیصلہ سے بنکوں کے قرضہ جات پر مروجہ "مارک اپ" بھی سود کے زمرہ میں آکر غیر اسلامی ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں فاضل بنچ نے قرار دیا ہے کہ قرض پر لی گئی رقم پر اصل زر سے معمولی زیادہ رقم کی ادائیگی بھی ربوا (سود) کے زمرہ میں آتی ہے خواہ یہ قرض پیداواری مقاصد کے لئے ہی کیوں نہ حاصل کیا گیا ہو۔ فاضل بنچ نے بین الاقوامی مالیاتی اداروں سے آئندہ قرض لینے کے سلسلہ میں حکومت کو ہدایت کی ہے کہ ان اداروں سے مستقبل میں قرض اسلامی اقتصادی طریقہ کار کے مطابق حاصل کرنے کے لئے سنجیدگی سے جدوجہد کی جائے۔ عدالت عظمیٰ نے اپنے فیصلہ پر عملدرآمد اور اقتصادی نظام کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے بنیادی لائحہ عمل اور رہنما اصول بھی فراہم کئے ہیں۔ تقریباً" سات سال قبل وفاقی شرعی عدالت نے سود کو غیر اسلامی قرار دے کر اس کے نفاذ پر پابندی عائد کر دی تھی' جس کے خلاف وفاقی حکومت' حکومت پنجاب' قومی بنکوں اور مختلف مالیاتی اداروں نے 92ء میں عدالت عظمیٰ میں اپیلیں دائر کی تھیں۔

عدالت عظمیٰ نے کچھ عرصہ قبل ان اپیلوں کی سماعت مکمل کر لی تھی جن پر فیصلہ 23 دسمبر بروز جمعرات کو سنایا گیا۔ فاضل بنچ کا یہ فیصلہ مجموعی طور پر 1197 صفحات پر مشتمل ہے جس میں بنچ کے سربراہ جسٹس خلیل الرحمان خان اور جسٹس منیر اے شیخ کا 716 جسٹس وجیہہ الدین احمد کا 98 اور جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی کا 277 صفحات پر مشتمل نوٹ بھی شامل ہے۔ جسٹس وجیہہ الدین احمد نے فیصلہ کی حد تک فاضل بنچ کے دیگر ارکان سے اتفاق کیا ہے۔ تاہم اپنے الگ نوٹ میں انہوں نے بعض تحفظات کا ذکر کیا ہے۔ جسٹس وجیہہ الدین احمد نے اپنے اضافی نوٹ میں حکومت اور مالیاتی اداروں کو سود کے خاتمہ کے سلسلہ میں اتنی طویل مہلت دینے سے اتفاق نہیں کیا۔

بنچ کے سربراہ جسٹس خلیل الرحمان خان نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ہماری یہ کوشش اقتصادیات کی اسلامائزیشن کی طرف ایک قدم ہے۔ عدالت عظمیٰ نے اسلامی اقتصادی نظام کی اساس فراہم کرتے ہوئے ہدایت کیے کہ وفاقی حکومت اس حکم کے کے ایک ماہ کے اندر سٹیٹ بنک آف پاکستان میں ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیشن قائم کرے جس کا کام موجودہ مالیاتی نظام کو اسلامی بنکاری نظام اور شریعت کے سانچہ میں ڈھالنا ہوگا۔ یہ کمیشن تبدیلی کے اس تمام عمل کی نگرانی اور اسے کنٹرول کرے گا۔ کمیشن علمائے دین' ماہرین اقتصادیات' ماہر بنکاروں اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس پر مشتمل ہوگا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اکیسویں صدی کا استقبال اور بے خبر مسلمان

اکیسویں صدی کا استقبال اور بے خبر مسلمان ماہنامہ "بیدار ڈائجسٹ" کے مدیر نے اس مضمون میں اکیسویں صدی کے استقبال کے حوالے سے مسلمانوں کی بے خبری پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے اپنی تحریر میں جو تحقیقاتی مواد پیش کیا ہے یقیناً "المرشد" کے قارئین اس سے استفادہ کریں گے۔ (ادارہ)

تحریر۔ ملک احمد سرور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکیسویں صدی کے استقبال کی تیاریاں عیسائیوں کی نسبت مسلمانوں میں زیادہ زور و شور سے جاری ہیں۔ اکیسویں صدی میں کیسے داخل ہونا ہے' اس بارے میں کانفرنسوں اور سیمیناروں میں وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ دانشوروں کی مذاکراتی نشستیں اور دیگر پروگرام بھی ہو رہے ہیں۔ سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں' اداروں اور افراد کو بس ایک ہی فکر لاحق ہے کہ انہیں اکیسویں صدی کے سانچے میں کیسے ڈھلنا ہے اور جشن استقبال کیسے منانا ہے۔ ریڈیو' ٹیلی ویژن' اخبارات' حکمران' سیاستدان اور بیشتر دینی رہنما بھی اکیسویں صدی کے پرجوش استقبال کی فضا بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

کسی مسلمان دانشور اور رہنما نے یہ نہیں سوچا کہ اکیسویں صدی سے مسلمانوں کا کیا رشتہ ہے اور اس کے جشن استقبال میں مسلمانوں کی شرکت کے کیا معنی ہیں۔ عیسائی اسے Millenium کا نام دے رہے ہیں۔ لغت میں اس کا مطلب ہے "حضرت عیسیٰؑ کا ہزار سالہ دور حکومت' وہ عہد جس میں شیطان ناامید ہوگا۔" یہ الگ بحث ہے کہ موجودہ عیسائیوں کا حضرت عیسیٰؑ سے کوئی تعلق ہے بھی یا نہیں کیونکہ تعلیمات عیسیٰؑ عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث اور دیگر عقائد کی تصدیق نہیں کرتیں اور متعدد یورپی محققین اس بات کی تصدیق کر چکے ہیں کہ اناجیل تحریف شدہ ہیں۔ عیسائیوں اور سنہ عیسوی کا حقیقی تعلق حضرت عیسیٰؑ سے بنتا ہے یا نہیں بنتا مگر میرے علم کے مطابق ماہ و سال کی پیمائش کے لئے "سنہ عیسوی" عیسائیوں کا ایسے ہی ایک مذہبی شعار ہے جیسے صلیب۔ کتب تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی کو بھی عیسائیوں نے Millenium کے طور پر اس طرح منایا تھا کہ وہ باہم متحد ہو کر مسلمانوں پر چڑھ دوڑے تھے۔ بیت المقدس اور کئی دوسرے شہروں کے گلی کوچوں میں مسلمانوں کا خون سیلاب کے پانی کی طرح بہایا تھا اور اب دوسرے Millenium میں بھی صورت حال ویسی ہے' فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے صلاح الدین ایوبی اور کچھ دیگر غیرت مند موجود تھے جنہوں نے مادی و افرادی طور پر کمزور ہونے کے باوجود خونخوار صلیبی بھیڑیوں کے دانت توڑ دیئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب بھی ایسے افراد پیدا کر دے۔

گزشتہ Millenium میں جس عزم و ارادہ کا عیسائیوں نے اظہار کیا تھا مسلسل شکستوں کے بعد بھی وہ اس کے لئے کوشاں رہے اور گزشتہ ہزار سال میں مسلمانوں کے خلاف انہوں نے ان گنت کامیابیاں حاصل کیں۔ سپین سے مسلمان بے دخل ہوئے' افریقہ و ایشیا میں مغلوب ہوئے' خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا' ہندوستان کا بڑا حصہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور صلیبیوں نے وسیع و عریض اسلامی مقبوضات پر صلیبی جھنڈے لہرا دیئے' اس طرح ان کا یہ حق بنتا ہے کہ اکیسویں صدی یعنی دوسرے Millenium کے استقبال کا بھی جس طرح چاہیں جشن منائیں لیکن ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ مسلمان کس خوشی میں اس جشن میں شریک ہو رہے ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ماہ و سال کے پیمانے یعنی سنہ وغیرہ کا کسی مذہب و قوم سے کیا تعلق' یہ تو عالمی پیمانہ ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ' حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے۔ صحابہ کرامؓ کی مجلس مشاورت میں اس وقت رائج ہر سنہ پر بحث ہوئی اور سنہ ہجری کے حق میں فیصلہ ہوا۔ ہر قوم' گروہ اور مذہب کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کچھ خاص امتیازی شعار ہوتے ہیں جن کے بغیر اس مذہب / قوم کی مستقل ہستی قائم نہیں ہو سکتی۔ ایام کو دیکھ لیں' یہودیوں میں "ہفتہ" کا دن عبادت کے لئے مخصوص تھا تو عیسائیوں نے شریعت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار ہونے کے باوجود "اتوار" کا دن اپنے لئے مخصوص کیا اور مسلمانوں میں "جمعہ" خصوصی دن ٹھہرا۔ تحویل قبلہ کا واقعہ بھی اس سلسلے میں بڑی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مکہ میں نبی کریم ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جس کا مقصد مشرکین مکہ سے امتیاز کرنا تھا۔ قرآن میں آتا ہے "پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھیر دیا جاتا ہے۔"

مدینہ میں یہود و نصاریٰ سے حضور ﷺ کا واسطہ پڑا۔ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کی کثیر تعداد کا قبلہ رہا ہے مگر یہود و نصاریٰ سے امتیاز و اختصاص کی خاطر نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی کہ قبلہ تبدیل ہو۔ اس خواہش کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ آمد کے 16 ماہ بعد 6 ہجری میں پورا کر دیا۔ وحی نازل ہوئی "یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں' لو ہم اسی قبلہ کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد الحرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں بھی تم ہو اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔" (البقرہ)

یہودیوں کو اس کا بہت دکھ ہوا اور انہوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) چونکہ ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتے ہیں اسی لئے قبلہ بھی مخالفت کے ارادہ سے بدل دیا ہے۔ یوم عاشورہ کو بھی دیکھ لیں۔ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آئے تو دیکھا کہ یہودی دس محرم کو روزہ رکھتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے تو اور دس محرم کو روزہ رکھنے کے لئے کہا۔ تہوار بدل دیئے اور واضح طور پر فرمایا "جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انہیں میں سے ہو گا۔" (ابوداؤد)

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں "کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ کفار کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی فی الجملہ مشابہت سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ظاہری چیزوں میں مشابہت کرنے سے باطنی طور پر مودت و محبت اور موالات کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔"

داڑھی کا حکم دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "مشرکین کے خلاف طرز عمل اختیار کرو' داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔" (بخاری)

یہ تو تھی دینی حوالے سے بحث مگر کچھ قومی و ملی غیرت کے تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ مقتولوں کے مظلوم ورثاء کمزور ترین بھی ہوں تو وہ بخوشی کبھی قاتلوں کے ساتھ جشن میں شریک نہیں ہوتے بلکہ انتقام لینے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ کسی طوائف کے اہل خانہ بھی' اپنی طوائف کے ساتھ جبری زنا کرنے والوں کی خوشیوں میں شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔ سنہ عیسوی کے علمبردار خونخوار صلیبی بھیڑیئے تو کروڑھا مسلمانوں کو قتل اور لاکھوں مسلمان خواتین کو بے عصمت کر چکے ہیں' کیا ملت اسلامیہ کے جوانوں میں ایک طوائف کے اہل خانہ جتنی بھی غیرت نہیں رہی کہ وہ صلیبیوں کا جشن Millenium منانے کے لئے بے چین ہیں۔ آئیں ذیل میں گزرے ہوئے Millenium میں صلیبی بھیڑیوں کے امت مسلمہ پر کئے جانے والے مظالم کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

گیارھویں صدی عیسوی شروع ہونے سے پہلے ہی عیسائیوں میں مذہبی بیداری کی تحریک شروع کی گئی اور گیارہویں صدی عیسوی میں عیسائیوں نے متحد و منظم ہو کر مسلمانوں پر حملوں کا آغاز کیا۔ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف جو جنگیں لڑیں وہ "صلیبی جنگیں" کہلاتی ہیں۔ ان جنگوں کی تعداد آٹھ ہے۔ بچوں کی صلیبی جنگ ان کے علاوہ ہے۔ یورپ میں جو صلیبی جنگیں لڑی گئیں وہ بھی ان میں شامل نہیں۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں بیت المقدس میں عیسائیوں کو وہ تمام مراعات حاصل تھیں جو مسلمانوں کو حاصل تھیں۔ سرکاری عہدے بلاامتیاز مذہب دیئے جاتے تھے۔ مسلمان پولیس صرف اس وقت مداخلت کرتی جب عیسائی متحارب فرقے آپس میں لڑنے لگتے۔ اگر مسلمان پولیس مداخلت نہ کرتی تو عیسائی ایک دوسرے کو ذبح کر دیتے اس کے باوجود جنونی صلیبی پادریوں نے عیسائی عوام کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور عیسائی حکمرانوں کو بیت المقدس فتح کرنے کے لئے متحد کیا۔ مارچ 1095ء میں پوپ اربن دوم نے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک کونسل قائم کی اور مسلمانوں کے خلاف جہاد کا حکم دیتے ہوئے کہا "ان کافروں سے جہاد کرو جو خداوند یسوع مسیح کی خانقاہ پر قابض ہو گئے ہیں۔ جو تم میں سے اس جہاد میں شامل ہو گا اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دوں گا۔ اور جو مارا جائے گا اس کو بہشت میں جگہ دوں گا" یسوع مسیح کی زخمی تصویروں کو شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں عیسائیوں کو دکھا کر جذبات بھڑکائے گئے اور صلیبی مجاہدین کے لشکر جمع کئے گئے۔ صلیبی مجاہدین کے پہلے لشکر نے راستے میں آنے والی ہر چیز تباہ کر دی۔ ہنگری اور بلغاریہ ویران ہو گئے۔ مسلمانوں کے علاوہ انہوں نے شریف عیسائیوں کو بھی نہ بخشا۔ مچاڈ لکھتا ہے "انہوں نے ایسے قبیح جرائم کئے کہ کارکنان قضاد قدر دیکھ کر کانپ اٹھے۔ گودوں سے بچے چھین کر ذبح کئے گئے اور ان کے اعضاء کاٹ کر ہوا میں اچھالے گئے۔" مچاڈ ان صلیبی مجاہدوں کے بارے میں مزید لکھتا ہے کہ وہ غلط کاریوں میں یہاں تک خود فراموش ہو گئے تھے کہ قسطنطنیہ اور یروشلم کو بھی بھول گئے۔ جہاں سے بھی گزرے لوٹ مار اور قتل و غارت کو بطور یادگار چھوڑتے گئے۔ تنگ آکر اہل ہنگری نے ان کا مقابلہ کیا اور بغراد کے میدان میں ان صلیبی مجاہدوں کی ہڈیوں سے پٹ گئے۔ منز لکھتا ہے "چونکہ ترک بہت دور تھے اس لئے "وحشی اور جاہل لوگوں کے گروہ" کے بہادروں نے یہودیوں ہی کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ کولون میں ہزارہا یہودی قتل کئے گئے۔" منز مزید لکھتا ہے " مردار حیوانی لاشوں کا گوشت تو کھلم کھلا کھاتے تھے مگر انسانی گوشت چھپا کر۔ انسانی لاشوں کی اعضاء تراشی ان کی دل لگی تھی۔۔۔۔ ایک موقعہ پر قبریں کھود کر عربوں کی لاشیں نکالیں اور 1500 سر کاٹ کر شہریوں کو دکھائے" ایک اور مورخ بتاتا ہے "دنیاوی جنگوں میں بھی ایسی خباثت اور بدچلنی کبھی نہیں ہوئی" مچاڈ لکھتا ہے کہ اگر معاصرانہ روایات کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اہل بابل کی ساری برائیاں خداوند یسوع مسیح کی خانقاہ آزاد کرنے والوں میں پائی جاتی تھیں۔

سید امیر علی اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں "انہوں نے قتل و غارت کا ایسا خوفناک منظر پیش کیا کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عمر کی بڑائی' کم سن بچوں کی معصومیت و بے کسی' صنف نازک کی کمزوری و خوبصورتی ان (صلیبی جنگوں) کے دل میں ذرا رحم نہ پیدا کر سکی۔ مسجدوں کا نظارہ تو ان وحشیوں کو اور بھی زیادہ غضبناک بنا دیتا تھا۔ سنگ مرمر کے محلوں سے لے کر جھونپڑیوں تک سب کو مسمار کر دیا گیا اور گلی کوچوں میں انسانی خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ اطاکیہ میں کم سے کم دس ہزار انسان قتل کئے گئے۔ اطاکیہ کے بعد شام کے شہر مراۃ النعمان کی طرف بڑھے اور یہاں ایک لاکھ انسانوں کا خون بہایا۔ "

منز لکھتا ہے "مراۃ النعمان میں بھی مردم خوری کی نوبت آئی۔ عیسائی کیمپوں میں انسانی گوشت کھلم کھلا فروخت ہوتا تھا۔" یروشلم میں ہونے والی خونریزی کے بارے میں مچاڈ بیان کرتا ہے "عرب بازاروں اور گھروں میں تہ تیغ کئے گئے۔ مغلوبوں کے لئے یروشلم میں پناہ کی کوئی جگہ نہ رہی۔۔۔ پیدل اور سوار پناہ ڈھونڈنے والوں پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اس شور قیامت خیز میں سوائے چیخوں اور آہ و بکا کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔۔۔ فاتح مردوں کی لاشوں پر بگٹٹ دوڑ رہے تھے۔" رائمونڈ جس نے اس سانحہ ہوشربا کو بچشم خود دیکھا ہے' لکھتا ہے "مسجد کی ڈیوڑھی میں گھٹنوں گھٹنوں خون بہہ رہا تھا اور گھوڑے کی لگام تک پہنچتا تھا۔" مورخین لکھتے ہیں کہ اس جگہ کا نظارہ بھی جہاں مسیح نے اپنے قاتلوں کے گناہ کو بخشا تھا فاتحوں کے غضب کو کم نہ کر سکا۔ تقریباً سبھی مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس لڑائی میں کم و بیش 70 ہزار مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ عیسائیوں نے یہودیوں کو بھی نہ بخشا۔ یہودیوں کو ان کے معبدوں میں جمع کر کے معبدوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ 1109ء میں طرابلس پر حملہ کیا تو صلیبی مجاہدوں نے وحشیانہ قتل و غارت اور لوٹ مار کے ساتھ ساتھ کتب خانوں' کالجوں اور کارخانوں کو بھی نذر آتش کر دیا۔ گرفتار مسلمانوں پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق و تفتیش اس طرح کی جاتی کہ انہیں کہا جاتا کہ وہ اپنا ہاتھ ابلتے ہوئے تیل میں ڈالیں' اگر ہاتھ نہ جلتا تو بے قصور ورنہ قصوروار۔ اسی طرح لوہے کی گرم دہکتی ہوئی سلاخیں ان کے ہاتھوں میں دے دی جاتیں۔ یہ صلیبی مجاہدین اس قدر وحشی تھے کہ خود شریف عیسائی بھی ان سے پناہ مانگتے تھے۔

طرابلس میں صلیبیوں نے بیسویں صدی میں ان مظالم کو ایک بار پھر اس طرح

www.naqshbandiaowaisiah.com

دہرایا کہ مجاہدین کو ہوائی جہازوں میں لاد کر بہت اونچائی پر لے جاتے اور صحرا میں پھینک دیتے۔ خشک و گرم صحرا میں یہ مجاہدین پیاس' بھوک اور گرمی میں تڑپ تڑپ کر شہید ہو جاتے اور طوفانی بگولے انہیں ریت کی قبروں میں دفنا دیتے۔ مشہور مجاہد لیڈر عمر مختار کو بھی صحرا میں اسی طرح پھینکا گیا تھا۔ سوڈان کے مشہور درویش صوفی بزرگ اور مجاہد آزادی مہدی سوڈانی کی قبر کھودی گئی اور ہڈیاں نکال کر نذر آتش کی گئیں۔

ہنگری کا ایک جرنیل ہنیاڈی (Hunyadi) تھا جو نہایت ظالم اور خونخوار تھا اور بقول لین پول "اس کی خوشی اسی بات میں تھی کہ وہ اپنی دعوتوں کے مواقع پر دشمنوں کے خون بہنے کا نظارہ دیکھے بالکل اسی طرح جیسے دوسرے بادشاہ اپنے ظہرانہ کے وقت گانوں کی آواز سننے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہنیاڈی کی موسیقی مرتے ہوئے (مسلمان) قیدیوں کی چیخیں ہوتی تھیں۔"

چنگیز نے بڑی تباہیاں مچائیں مگر جب منگول مسیحی اتحاد وجود میں آیا تو یہ تباہیاں دو نہیں سو چند ہوگئیں۔ منگول مسیحی اتحاد نے 1258ء میں ہلاکو خان کی قیادت میں بغداد فتح کیا۔ مؤرخین نے اس شہر کی تباہی اور بربادی کے جو مناظر پیش کئے ہیں' انہیں پڑھ کر قاری کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چھ دن تک بغداد کے گلی کوچے خون کی ندیاں بنے رہے۔ اور دریائے دجلہ کا پانی سرخ ہوگیا اور اس کے بعد اس شہر کو آگ لگائی گئی تو دریا کا پانی سیاہ ہوگیا۔ مسلمان دوشیزاؤں کو گھروں اور محلات سے مویشیوں کی طرح کھینچ کر نکالا گیا اور کئی کئی منگولوں اور مسیحیوں نے انہیں ہوس کا نشانہ بنایا--- بغداد کی عیسائی آبادی محفوظ رہی اور ان میں سے کسی کے جسم پر خراش تک نہ آئی بلکہ ان میں سے کئی ایک نے قتل عام میں حصہ بھی لیا۔ (بحوالہ نیو ورلڈ آرڈر از امجد حیات ملک)

ابن خلدون کے مطابق 16 لاکھ افراد کو قتل کیا گیا صرف چار لاکھ زندہ بچ سکے۔ مؤرخین کے مطابق چالیس روز تک شہر کو لوٹا گیا۔ دریائے دجلہ جو خون سے سرخ تھا اس میں لاکھوں کتابیں پھینکی گئیں تو پل بن گیا۔ جب کتابوں کی سیاہی پانی میں ملی تو پانی کالا ہوگیا۔ منگول مسیحی لشکر (ہلاکو کے لشکر کے عیسائی جرنیل کا نام کت بوغا تھا) نے شمالی عراق و شام میں بھی خوب تباہی مچائی۔ جزیرہ کے امیر کامل محمد کو اس طرح ختم کیا گیا کہ اس کے جسم سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر اس کے منہ میں ٹھونسے جاتے تھے اور اس کے بعد اس کا سر کاٹ کر شام میں جگہ جگہ گھمایا گیا۔ (بحوالہ نیو ورلڈ آرڈر)۔ موجودہ بیسویں صدی (1926ء) میں صرف دمشق میں فرانسیسی ملیشیوں نے ایک کارروائی میں بیس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا۔

سپین میں صلیبی مظالم کے چند مناظر بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس خطہ میں جب مسلمان مغلوب ہوئے تو صلیبی عدالتوں نے مسلمانوں کو زندہ جلانے کی سزائیں سنائیں اور بارہ ہزار سے زیادہ افراد کو زندہ جلا دیا گیا جبکہ تقریباً" بیس ہزار مسلمانوں کو دیگر سخت سزائیں دی گئیں۔ چونکہ عیسائی خود گندے رہتے تھے اس لئے صلیبی حکومت نے مسلمانوں کے غسل کرنے پر بھی پابندی لگا دی۔ جن مسلمانوں نے بھاگ کر پہاڑی غاروں میں پناہ لی ان کو زہریلے دھوئیں سے ہلاک کر دیا گیا۔ غرناطہ میں ایک لاکھ عربی کتب کو جلا کر عیسائیوں نے چراغاں کیا اور جشن فتح منایا۔ کل دس لاکھ سے زیادہ کتابیں جلائی گئیں۔ موسیو لیبان لکھتا ہے "اندلس کے غریب مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی حالانکہ یہی وہ مسلمان تھے جنہوں نے اپنے اقتدار و حکومت کے زمانہ میں عیسائیوں پر کبھی اس قسم کے مظالم نہ کئے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو جزیرہ نما اسپین عیسائیوں کے نام و نشان اور ان کے وجود سے یکسر خالی ہو جاتا" مسٹر ای پی اسکاٹ رقم طراز ہے "اس وحشیانہ مذہبی جوش سے جو نقصان دنیا کو پہنچا اس کا معمولی سا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنیا بھر میں ایسا قیمتی ذخیرہ علوم و فنون کہیں نہ ہوگا جس کو شمنیس نے اس تاریخی چوک (باب الرملہ چوک) میں خاک و سیاہ کر دیا" (اخبار اندلس) اس .شب نے کتابوں ہی کو نہ جلایا بلکہ مسلمانوں کو بھی زندہ آگ میں جلا دیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ قتل و غارت سے بچ جانے والے جو 30 لاکھ مسلمان افریقہ روانہ ہوئے ان میں سے 75 فیصد کو صلیبی درندوں نے قتل کر دیا۔ مجموعی طور پر 30 تا 40 لاکھ مسلمان قتل کئے گئے۔

شمنیس سپین میں کلیسا کا افسر اعلیٰ تھا۔ جو آن ڈی ویلیجو (De Vallejo Juan) اپنی کتاب (میموریل) میں لکھتا ہے کہ "علمائے دین کو پکڑ کر تبلیغ کرنے اور ان سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

مقدس مذہب کیتھولک اختیار کرانے کے لئے اس نے کچھ لوگوں کو نامزد کیا تھا ان میں ایک پادری جس کا نام لیون (Leon) تھا خصوصا قابل ذکر ہے۔ جو لوگ اس کے ہتھے چڑھ جاتے تھے چاہے وہ اپنے عقیدے کے کتنے ہی پکے اور مضبوط کیوں نہ ہوتے' چارپانچ روز اس کے رحم و کرم پر گزار کر وہ خود ہی پکارتے اٹھتے کہ ہم عیسائی ہونا چاہتے ہیں۔"

شاہ فرڈیننڈ کے ذاتی "معترف کلیسا" طور قماطہ کو پوپ نے کلیسا کی روحانی عدالتوں کا محتسب اعلیٰ مقرر کیا۔ اس نے سپین کے ہر قصبہ اور شہر میں روحانی عدالتیں قائم کر دیں اور اٹھائیس نکات پر مشتمل ایک قانونی ضابطے کا بھی اعلان کیا۔ تعذیب و تعزیر کا یہ ایک انتہائی ظالمانہ قانونی ضابطہ تھا۔ حکومت کے سپاہی اور روحانی عدالتوں کے اہل کار جو عموماً" پادری ہوتے مسلمانوں کے گھروں میں گھس جاتے' لوٹ مار کے ساتھ ساتھ عزت و آبرو پر بھی حملے کرتے۔ تاریخ کی کتب میں اندلس کے مشہور شہر بلنیسیہ کے قریب واقع ایک قصبہ کا ذکر ملتا ہے۔ یہاں کا پادری مسلمان مردوں کو گھروں سے نکال کر قید کر دیتا اور گھروں میں جاکر مسلمان خواتین کی جبراً" عصمت دری کرتا۔ نتیجتاً" اس قصبے میں بڑی تعداد میں پادری کی طرح نیلی آنکھوں والے بچے پیدا ہوئے۔

روحانی عدالتوں کے گماشتے مسلمانوں کو تلواروں کی نوک پر گھروں سے نکالتے' جانوروں کی طرح ہنکاتے ہوئے کلیسا لے جاتے اور وہاں زبردستی اصطباغ دیتے یعنی عیسائی بناتے۔ ایک حکم جاری کر دیا گیا کہ اصطباغ یافتہ مسلمان جمعہ اور تہواروں کے مواقع پر اپنے گھروں کے دروازے کھلے رکھیں۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں زبردستی بنائے گئے عیسائی چھپ کر نماز وغیرہ نہ پڑھیں یا شادی وغیرہ اسلامی طریقے سے نہ کریں۔ اسلامی طریقے سے تدفین بھی نہ ہو سکتی تھی۔ اصطباغ یافتہ مسلمان خواتین کو پردہ کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ عربی زبان اور اسلامی لباس کو بھی غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ عربی کی تمام کتب حکومت کے حوالے کرنے کا کہا گیا۔ حماموں کو بند کرکے مسلمانوں کو عیسائیوں کی طرح گندا رہنے کا حکم دیا گیا۔ شراب اور خنزیر سے پرہیز کی ممانعت کر دی گئی۔ اگر کوئی اصطباغ یافتہ مسلمان شراب یا خنزیر کے گوشت سے پرہیز کرتا یا غسل کرتا ہوا یا کوئی دوسرا کام اسلامی طریقے سے کرتا ہوا پایا جاتا تو اسے ارتداد کے جرم میں گرفتار کر لیا جاتا اور سولی پر زندہ جلانے کی سزا دی جاتی۔ عدالت میں وہ شخص فریاد کرتا کہ "مجھے اصطباغ زبردستی دیا گیا تھا۔" اس کا جواب یہ ملتا کہ جب موت کی سزا اور اصطباغ دونوں میں سے ایک دفعہ اصطباغ کا انتخاب کر لیا تو پھر زبردستی کیسی؟

روحانی عدالت کی طرف سے سزا سنائے جانے کے بعد مسلمانوں کو صلیب پر زندہ جلائے جانے کی رسم کو "عمل ایمانی" کا نام دیا گیا تھا۔ اس رسم پر اس طرح عمل ہوتا کہ کلیسا کے اہل کار زرق برق لباس پہنے ہوتے۔ ان کے ہاتھوں میں صلیبی اور ایسے علم ہوتے جن پر "انصاف اور رحم" کے الفاظ لکھے ہوتے۔ بدقسمت "مجرم" ننگے پاؤں' غیر روشن سبز موم بتی ہاتھ میں لئے بڑا ہی گھناؤنا لباس پہنے ہوتا جس پر سرخ صلیب' آگ کے شعلے اور شیطانی شکلیں بنی ہوتیں۔ مجرم کے ہاتھ رسی سے باندھ کر رسی کا دوسرا سرا اس کی گردن میں باندھ دیا جاتا۔ غیر حاضر مجرموں کے پتلے اور مرے ہوؤں کی ہڈیاں مجرم قرار پاتے ہوئے جلوس میں لے جائی جاتیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ مجرم لوگوں کو مخاطب نہ کرسکے اور کہیں بے گناہی کا دعویٰ کرکے ہمدردی نہ پیدا کرلے۔ منہ کے اندر زبان باندھ دی جاتی یا منہ میں کچھ ٹھونس دیا جاتا۔ زندہ نذر آتش کئے جانے کے جواز میں انجیل یوحنا کی یہ آیت پیش کی جاتی "اگر کوئی آدمی میرے مطابق زندگی نہیں گزارتا تو پھر وہ ایک ٹہنی کی مانند پھینکا جاتا ہے جو کہ مرجھا گئی ہے اور لوگ اسے اکٹھا کر لیتے ہیں' آگ میں ڈالتے ہیں اور وہ جل جاتی ہے" (یوحنا۔ باب 15 آیت 6)

کلیسا کی روحانی عدالت کا ایک اہل کار کیرینا (Carnia) اس سزا کے بارے میں کہتا ہے "چونکہ آگ میں جلنے کی موت سب سے زیادہ ہولناک ہے اس لئے یہی طریقہ اپنانا پڑا' اگر کوئی اور سزا اس سے بھی زیادہ ہولناک اور اذیت ناک ہوتی تو یقیناً وہی تجویز کی جاتی۔"

صلیب پر زندہ جلاتے وقت مسلمانوں کی خوب تذلیل کی جاتی' صلیبی اس پر تھوکتے' کنکریاں مارتے' جب آگ کے شعلے مسلمان کے جسم کو لپیٹ میں لے لیتے تو وہ قہقہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

گئے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ بارہ ہزار سے زیادہ افراد کو اس طرح زندہ جلایا گیا۔ انجیرہ علاقہ کے لوگوں نے احتجاج کیا تو پانچ ماہ تک جگہ جگہ خون کی ندیاں بہتی رہیں اور ہر گاؤں مقتل بن گیا۔ مسلمانوں کے رہنما ابن ابو کو قتل کرکے اس کا سر تیس سال کے لئے غرناطہ کے مذبح کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا۔ ایک صلیبی کمانڈر کاؤنٹ آف سپرن نے ایک مسجد جس میں پورے ضلع کے مسلمانوں نے اپنی خواتین اور بچوں کو جمع کیا ہوا تھا بارود سے اڑا دیا۔ اگر کوئی مسلمان معافی بھی مانگ لیتا تو بھی اسے ساری عمر کے لئے جیل میں ڈال کر اس کی جائیداد فروخت کر دی جاتی اور اس کے بچے فاقوں سے مر جاتے یا صلیبی انہیں غلام بنا لیتے۔

جزائر بلیارک میں 50 ہزار مسلمان شہید کئے گئے۔ تیس ہزار بوڑھے، بچے اور عورتیں قیدی بنائی گئیں۔ پہلے تو ان بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سے مسلمانوں کی لاشیں شہر سے باہر پھنکوا کر جلانے کا کام لیا گیا۔ اس کے بعد صلیبی فوج نے جشن فتح منایا جس میں صلیبی روایات اور معمول کے مطابق قتل و غارت، کھلے عام آبروریزی اور ایذا رسانی کے ساتھ ساتھ ایک جدت یعنی نوجوان مسلمان لڑکیوں کا برہنہ ناچ تھا۔ 1625ء میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ سپین میں اب کوئی مسلمان باقی نہیں بچا۔

برصغیر کے مسلمانوں پر ہونے والے صلیبی مظالم کی چند جھلکیاں بھی دیکھیں۔

واسکوڈی گاما کو صلیبی ایک مہم جو بحری سیاح کہتے ہیں درحقیقت ایک دہشت گرد، ڈاکو اور بحری قزاق تھا۔ جب وہ مئی 1498ء میں کالی کٹ پہنچا تو برصغیر میں شہری ترقی بام عروج پر تھی۔ یورپی دہشت گردوں کا جو گروہ واسکوڈی گاما کی قیادت میں برصغیر میں داخل ہوا اس کا تعلق عیسائیوں کی ایک مذہبی عسکری سوسائٹی "آرڈر آف کرائسٹ" سے تھا جو پرتگال میں 1319ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس کا کام مسلمانوں پر ان کے علاقوں میں حملے کرنا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ "مسلمان اور بت پرست قانون مسیح سے باہر ہیں۔" یہی عقیدہ صلیبی دہشت گردی کا جواز بنایا گیا۔ کالی کٹ ایک غیر دفاعی شہر تھا اور وہاں کوئی مسلم سپاہ نہ تھی۔ گاما نے اس شہر پر گولہ باری کرائی۔ اس کے بعد اس صلیبی بھیڑیے نے حکم دیا کہ قیدیوں کو زندہ جلانے سے پہلے ان کے کان، ناک اور ہاتھ کاٹ لئے جائیں۔ ایک بار 700 حاجیوں سے بھرے ہوئے جہاز پر اس نے گولہ باری کرائی اور جہاز کو حاجیوں سمیت ڈبو دیا۔ اس نے اپنے شیطانی لشکریوں کو کشتیوں میں بٹھا کر بھیجا کہ مسلمان بچنے کی کوشش کریں تو ان کو برچھے مار مار کر ڈبو دو۔ وہ مسلمانوں کو درختوں کے ساتھ لٹکا کر نشانہ بازی کی مشق کرتا تھا۔ ان مظالم کو انگریز صلیبیوں نے مزید آگے بڑھایا اور مسلمانوں کی مقعد میں لکڑی ٹھونس کر آنتوں کو چیرتے ہوئے منہ سے نکالنے کی کوشش کی جاتی اور تڑپ تڑپ کر مرتے ہوئے مسلمانوں کا نظارہ کیا جاتا (بحوالہ گریسنٹ انٹرنیشنل)

گاما کے جانشین الفانسو نے گوا میں چار دن تک لوٹ مار اور قتل و غارت کی، مسلمانوں کو ذبح کیا اور مساجد کو نمازیوں سمیت جلایا۔ یہ غیر ارادی واقعات نہیں تھے بلکہ گزشتہ Millenium کے استقبال پر صلیبیوں نے مسلمانوں کے خلاف جو عہد کیا تھا اور منصوبہ بندی کی تھی اس کا حصہ تھا۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں چھ لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ کاریگروں کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تاکہ برطانوی مصنوعات کے لئے مارکیٹ خالی کی جا سکے۔

1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد صرف تین دنوں میں 56 ہزار علماء کو پھانسیوں پر لٹکا دیا گیا۔ بے شمار مسجدیں اور مدرسے بند کر دیئے گئے۔

1947ء کی تقسیم کا جو نقشہ بنایا اس کے نتیجے میں 20 لاکھ کے قریب مسلمان شہید ہو گئے اور کشمیری تو اب بھی ذبح ہو رہے ہیں۔ کشمیریوں کی اس قتل و غارت کے بالواسطہ ذمہ دار صلیبی ہی ہیں جنہوں نے تقسیم کی لکیر دانستہ غلط کھینچی۔ برما کے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی کیا اور اراکان کو الگ آزادی دینے کی بجائے برما کے تسلط میں دے دیا جس کے نتیجہ میں تقریباً دو لاکھ مسلمان شہید ہو چکے ہیں جبکہ بارہ لاکھ کے قریب برمی مسلمان ملک بدر ہیں۔ صرف اراکان کے علاقہ میں 715 بستیاں مکمل تباہ کی گئیں۔

سری لنکا پر قبضہ کے بعد صلیبیوں نے 1526ء، 1626ء، 1659ء اور 1670ء میں مسلمانوں کی نسلی صفائی اور انہیں سری لنکا سے نکالنے کی خصوصی مہمیں چلائیں۔ ہزاروں

مسلمان قتل اور لاکھوں بے گھر کئے گئے۔

فلپائن میں بھی عیسائیوں نے اسی پالیسی کو اپنایا۔ پہلے سپین اور امریکہ کے عیسائیوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت کی اور بعد میں فلپائن کے صلیبیوں کو یہ فریضہ سونپ دیا گیا۔ صرف گزشتہ پچاس سال میں تین لاکھ سے زیادہ مسلمان شہید کئے جا چکے ہیں جبکہ تین لاکھ سے زیادہ گھروں کو نذر آتش کیا گیا ہے۔ ۲۰ لاکھ مسلمان بے گھر ہو کر مہاجرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

سپینی صلیبیوں نے فلپائن کے مسلمانوں پر وہ ظلم کیا جو انہوں نے سپین کے مسلمانوں پر کیا تھا۔ 1592ء میں حملہ آور کمانڈر کو ہدایت دی گئی کہ "اس امر کی تحقیق بھی ہونی چاہئے کہ دین محمدی کی تبلیغ کرنے والے مبلغین کون ہیں اور تمہیں ان مقامات اور گھروں کو نذر آتش کر دینا چاہئے جہاں اس مذہب کی تبلیغ کی جاتی ہے۔"

جس طرح برطانوی صلیبیوں نے کشمیریوں کو 75 لاکھ کے عوض ڈوگروں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا اسی طرح سپین کے صلیبیوں نے معاہدہ پیرس کے تحت فلپائن کے مسلمانوں کو امریکہ کے ہاتھ دو کروڑ ڈالروں میں فروخت کر دیا۔

فلپائن کے مسلمانوں پر امریکی مظالم کی جھلکیاں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک امریکی کپتان لکھتا ہے۔ "کیلوکان کی آبادی کا اندازہ سترہ ہزار تھا۔ بیس کنساس رجمنٹ نے اس پر یلغار کی اور اب ایک بھی اصلی باشندہ کیلوکان میں نہیں۔" اسی یونٹ کا ایک فوجی لکھتا ہے کہ کیلوکان کی فتح کے بعد میں نے خود اپنے ہاتھوں سے پچاس سے زائد گھروں کو نذر آتش کیا۔" واشنگٹن سٹیٹ کا ایک فوجی لکھتا ہے "ہمارا خون لڑائی کے لئے کھول رہا تھا ---- انسانوں کی شوٹنگ کے مقابلے میں خرگوشوں کی شوٹنگ بالکل ہیچ ہے۔

"ایک امریکی میجر والر نے بتایا کہ اس کے جنرل سمتھ نے اسے قتل اور جلانے کی ہدایت دیتے ہوئے کہا تھا کہ جنگی قیدی بنانے کا کوئی وقت نہیں اس لئے دس سال سے زائد عمر کے ہر شخص کو ختم کرکے بٹانگا (Batanga) کو ویرانے میں بدل دو۔ (بحوالہ نیو ورلڈ آرڈر)

الجزائر میں دس لاکھ مسلمانوں کو فرانسیسی صلیبیوں نے قتل کیا اور تازہ خانہ جنگی جو صلیبیوں ہی کی سازش کا نتیجہ ہے میں بھی کم و بیش دو لاکھ مسلمان قتل ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

فلسطین کی سرزمین پر اسرائیل کا قیام بھی صلیبیوں کے باعث ہوا جس کے نتیجے میں آج پچاس لاکھ فلسطینی اپنے گھروں سے باہر بطور مہاجر رہ رہے ہیں۔ گزشتہ پچاس سال میں یہودیوں نے جس طرح مسلمانوں کو ذبح کیا ہے یہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں پر جو گزری کیا وہ کوئی بھول سکتا ہے۔

عراق کے بیس لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا قتل تو تازہ بات ہے۔ ان 20 لاکھ میں بچوں کی اکثریت ہے۔ انڈونیشیا میں امریکی سی آئی اے نے صدر سوکارنو کے خلاف جو سازش کی اور جس پر جنرل سوہارتو نے عمل کیا اس میں بھی کم و بیش دس لاکھ مسلمان قتل ہوئے تھے۔ بوسنیا میں تین لاکھ پچاس ہزار افراد کو عیسائیوں ہی نے قتل کیا ہے۔ بوسنیا کی چالیس ہزار سے زیادہ خواتین کی عصمت دری کرنے والے بھی عیسائی ہیں۔ کسووو میں قتل کئے جانے والے مسلمانوں کی تعداد بھی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ قتل و غارت اور خواتین کی عصمت دری کی دلخراش داستانیں رسائل و جرائد میں شائع ہو چکی ہیں۔ یاد رہے کہ کسووو میں مسلمانوں کی تعداد اٹھارہ تا انیس لاکھ ہے۔ اس علاقے میں مسلمانوں کا یہ کوئی پہلا قتل عام نہیں ہے اس سے پہلے بھی اس خطہ میں لاکھوں مسلمان قتل ہو چکے ہیں۔

وسطی ایشیا میں بھی دیکھ لیں کہ پہلے صلیبی زاروں نے اور پھر صلیبی کمیونسٹوں نے مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق صلیبی زاروں اور کمیونسٹوں نے ایک کروڑ کے قریب مسلمانوں کا خون بہایا۔ روسی صلیبیوں نے صرف افغانستان میں پندرہ لاکھ مسلمان قتل کئے۔ چیچنیا کی لڑائی میں ایک لاکھ مسلمان روسی صلیبیوں نے شہید کئے ہیں اور اب داغستان میں قتل و غارت کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں براہ راست یا بالواسطہ صلیبی پالیسیوں کے نتیجہ میں ہونے والے مظالم کے باعث ایک کروڑ سے زیادہ مسلمان بطور مہاجر زندگی گزار رہے ہیں۔

شمالی و جنوبی امریکہ اور ان کے قریبی جزائر پر آباد قوموں کو ایمرنڈینز (Amerindians) یا ریڈ انڈینز کے نام سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ بائیس سو سے زیادہ زبانیں بولتے تھے اور ان کی آبادی سات کروڑ سے زیادہ تھی۔ جب کولمبس اور اس کے ساتھی ان علاقوں میں پہنچے تو یہاں کے لوگوں نے کولمبس اور اس کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا اور ایک جزیرے کے ایک سردار گوا کنا گری نے اسے سونے سے تول دیا۔ ان کے لوگوں کے بارے میں کولمبس خود لکھتا ہے۔ "ساری دنیا میں ان سے بہتر اور زیادہ حلیم الطبع لوگ نہیں ہو سکتے۔"

مگر سونا، غلام، فتوحات، نو آبادیوں کے قیام اور دوسری قوموں کو عیسائی بنانے کے مقاصد لے کر آنے والے ان صلیبیوں نے نہ صرف ان علاقوں سے ان قوموں کا صفایا کرنا شروع کر دیا بلکہ نادر درختوں اور کئی حیوانات کی بھی نسلیں ختم کر دیں۔ غلاموں کی پہلی کھیپ جب سپین میں فروخت ہوئی تو کولمبس نے اپنے روزنامچے میں لکھا۔ "ہمیں چاہیے کہ مقدس تثلیث کے نام پر جتنے بھی غلام بیچے جا سکتے ہیں بھیجتے رہیں۔" یہی صلیبی دہشت گرد وہ مردوں کو سونے کی تلاش میں بھیج دیتے ان کی عورتوں اور بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بناتے۔

یاد رہے کہ جب امریکہ دریافت ہوا تو سپین، پرتگال، برطانیہ اور دیگر صلیبی ملکوں نے اپنی جیلوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ ان میں بند چوروں، ڈاکوؤں، نقب زنوں، بدمعاشوں اور زانیوں کو بحری جہازوں میں بٹھا کر امریکہ کی طرف روانہ کر دیا تھا جنہوں نے ریڈ انڈینز کی نسل کشی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

تاریخی، واقعاتی، جغرافیائی، نسلی، لسانی اور بے شمار دیگر شہادتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جنوبی و شمالی امریکہ میں کولمبس کی آمد سے پہلے مسلمان بڑی تعداد میں آباد تھے۔ ان کے مقامی لوگوں کے ساتھ بہترین تعلقات تھے اور اس براعظم میں اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا۔ ریڈ انڈینز کی تو مکمل نسل کشی نہ ہو سکی مگر صلیبیوں نے اس براعظم سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ مورخین، محققین اور آثار قدیمہ کے ماہرین کو طویل تھکا دینے والی محنت کے بعد یہ حقائق ملے کہ اس براعظم میں صلیبیوں سے پہلے مسلمان آئے تھے اور براعظم کے بعض حصے انتہائی ترقی یافتہ تھے۔

صلیبی غنڈے تلواروں، بندوقوں، ڈھالوں اور گھوڑوں سے لیس ہوتے۔ مقامی لوگوں کے پاس یہ ہتھیار نہیں تھے۔ صلیبیوں کے مظالم اس حد تک بڑھے کہ لوگوں نے اجتماعی خود کشیاں کرنا شروع کر دیں۔ کولمبس کی مہمات کا وقائع نگار لاکاساس لکھتا ہے۔ "سپینیوں کے لئے یہ معمولی بات تھی کہ دس بیس ریڈ انڈینز کو خنجر زنی سے ہلاک کر دیں یا اپنے چاقو یا تلوار کی تیز دھار آزمانے کے لئے کسی کے جسم سے گوشت کے پارچے اتار لیں --- خاوند کانوں میں مر رہے تھے جبکہ ان کی بیویاں دوسری جگہوں پر کام کی زیادتی سے مر رہی تھیں اور بچے دودھ نہ ملنے سے ہلاک ہو رہے تھے --- جب میں کیوبا میں تھا تو تین ماہ میں سات ہزار بچے ہلاک ہوئے۔"

وہ مزید لکھتا ہے۔ "سپینیوں نے شرطیں لگائیں کہ کون کون ایک ہی وار میں آدمی کا سر قلم کرتا ہے یا اس کے جسم کے دو ٹکڑے کرتا ہے یا اس کی انتڑیاں باہر نکالتا ہے۔ انہوں نے ننھے بچوں کو پاؤں سے پکڑ کر ماؤں کی چھاتیوں سے نوچ لیا اور ان کے سر چٹانوں پر پٹخ دیئے۔ دیگر شیر خوار بچوں کے جسموں کو نیزے کی مانند اپنی تلواروں میں پرو دیا مع ان کی ماؤں کے اور جو بھی ان کے سامنے آیا --- وہ ریڈ انڈینز کو تیرہ تیرہ کی ٹولیوں میں چنتے، ہمارے نجات دہندہ (حضرت عیسیٰ) اور ان کے بارہ حواریوں کی توقیر و تکریم میں انہیں صلیبوں سے باندھ کر اس طرح لٹکا دیتے کہ ان کے پاؤں زمین سے اوپر ہی رہیں۔ ان کے نیچے لکڑیاں ڈال دیتے اور آگ لگا کر زندہ جلا دیتے --- ایک بار اپنی تلواروں کی دھار دیکھنے کے لئے ایک چوراہے میں بھی ان گنت مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا --- شہروں اور دیہاتوں کو تاراج کرتے ہوئے وہ حاملہ عورتوں کو بھی نہ بخشتے وہ ان کے پیٹ چیر دیتے اور بچوں کو نکال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے --- وہ جن پر رحم کھا کر انہیں بخشنا چاہتے انہیں اس حالت میں زندہ چھوڑتے کہ ان کے نیم بریدہ ہاتھ جلد کے سہارے لٹک رہے ہوتے۔"

(بحوالہ نیو ورلڈ آرڈر از امجد حیات ملک)

ایک سردار ہیتھوے صلیبیوں کے مظالم سے بھاگ کر کیوبا چلا گیا۔ 1511ء میں صلیبی وہاں بھی پہنچ گئے اور اسے گرفتار کر کے صلیب پر زندہ جلانے لگے۔ جب وہ سردار صلیب پر جل رہا تھا تو ایک عیسائی راہب نے اسے عیسائی کرنے کے لئے جنت کی نعمتوں کا ذکر شروع کر دیا جس پر اس سردار نے کہا "مجھے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جہنم میں جانے دو تاکہ میں اس جگہ نہ جاؤں جہاں وہ (صلیبی) رہتے ہیں۔"

ان صلیبیوں نے ریڈ انڈینز کی نسل کشی کے لئے چیچک کے جراثیم تک استعمال کئے۔ ایک ریڈ انڈین جو امریکی فوج میں دو سال سے زیادہ عرصہ گزار چکا ہے اس نے بہت خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔ "دریافت ہونے والے قدیم ترین انسانی ڈھانچوں کی باقیات دریائے کولمبیا کے کنارے آباد ریڈ انڈین ماہی گیروں کی تھیں۔ یہ امریکی کس قسم کے لوگ ہیں جو ہماری نسل کی پرانی ہڈیوں کی تلاش' ان کی حفاظت اور اس نسل کی طرز زندگی کے مطالعہ پر کروڑوں ڈالر خرچ کر دیتے ہیں مگر اس نسل کے زندہ انسانوں کا گوشت نوچتے ہیں۔"

صلیبیوں کی عہد شکنی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے ریڈ انڈینز کی مختلف قوموں کے ساتھ چار سو سے زائد معاہدے کئے مگر کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا۔ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ شکنی کی بھی یہی صورت حال ہے۔ صلیبیوں نے معاہدے کو ردی کاغذ کے ایک ٹکڑے سے زیادہ کبھی اہمیت نہیں دی۔

صلیبی خلیفہ "امریکہ" کا الزام ہے کہ سوڈان کی اسلامی حکومت غلاموں کی تجارت میں ملوث ہے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ یونیسف اس الزام کی تحقیقات کے بعد اپنی رپورٹ میں بتا چکا ہے کہ سوڈان میں بچوں اور عورتوں کے اغوا اور تجارت میں کرسچین سالڈیرینی انٹرنیشنل ملوث ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام نے غلامی کے خاتمے کے لئے ایسے اقدامات کئے کہ اسلامی مقبوضات میں غلامی تقریباً" ختم ہوگئی یا پھر غلاموں کو عام مسلمان شہریوں کے برابر حقوق مل گئے بلکہ بعض علاقوں میں حکمران تک بن گئے مگر تہذیب نو کی علمبردار صلیبی دنیا نے منظم طریقے سے غلاموں کی تجارت شروع کی اور چرچ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ اس موضوع پر یہاں زیادہ تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے' صرف اتنا ہی کافی ہے کہ صلیبیوں نے غلاموں کی تجارت کے لئے افریقی ممالک پر باقاعدہ یلغار کی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بڑے پیمانے پر قتل' اغوا اور غلام بنایا۔ ہزارہا انسانوں کو پکڑ کر زنجیروں میں باندھ دیا جاتا' بندوق بردار محافظوں کی نگرانی میں ساحلوں کی طرف پیدل لے جایا جاتا۔ بعض اوقات مسافت ایک ہزار میل تک ہوتی۔ ہر پانچ میں سے دو راستے میں ہی موت کا شکار ہو جاتے۔ پرتگال کے صلیبی حکمران ہنری دی نیوی گیٹر نے 1442ء میں اس کی ابتدا کی۔ اس کے بعد انگلینڈ' فرانس' سپین اور دوسرے صلیبی ممالک بھی اس میں شامل ہوگئے۔ صرف برطانیہ کے 192ء بحری جہاز اس تجارت کے لئے مخصوص تھے جو ہر چکر میں 47000 غلام لے جاتے تھے۔

ساحل سمندر پر غلاموں کو پنجروں اور کھوکھوں میں بند کر دیا جاتا۔ جب خریدار آتے تو انہیں میدان میں لایا جاتا جہاں جہاز کا سرجن ہر مرد و زن کو بالکل برہنہ کر کے معائنہ کرتا۔ تندرست غلاموں کو الگ کر کے ان کو مخصوص نشان سے داغ دیا جاتا۔ اس کے بعد انہیں جہازوں کے تہہ خانوں میں اس طرح ٹھونسا جاتا کہ ہر ایک کے حصے میں کفن کے صندوق سے بھی کم جگہ آتی۔ یہاں وہ تاریکی' نمی اور کیچڑ میں زنجیروں سے بندھے ہوتے اور اپنے ہی بول و براز کے تعفن اور گھٹن سے ان کا دم گھٹتا رہتا۔ بعض اوقات عرشوں کی درمیانی اونچائی صرف اٹھارہ انچ ہوتی یعنی ندھوں کی درمیانی چوڑائی سے بھی کم' یوں پہلو بھی نہ بدلا جاسکتا اور تکلیف و گھٹن سے بے شمار غلام حواس کھو بیٹھتے۔ بے شمار دم گھٹنے سے مرجاتے۔ ایک عینی شاہد کے الفاظ ہیں "جہاز کا غلاموں کے لئے مخصوص عرشہ خون اور پیپ سے ایسے لتھڑا ہوتا جیسے یہ قصاب خانہ ہو۔" غلاموں کا ایک تاجر لکھتا ہے۔ "میں نے حاملہ عورتوں کو اس حالت میں بچوں کو جنم دیتے دیکھا جب کہ وہ زنجیروں سے بندھی ہوتی تھیں اور ان کے ارد گرد زنجیروں میں بندھی ہوئی لاشیں ہوتی تھیں۔ جنہیں وہاں سے اس وقت تک ہٹایا نہ گیا ہوتا تھا۔" غلاموں کی اس تجارت میں صلیبی حکمران' پوپ اور پادری سب ملوث تھے۔ تھامس جیفرسن ایک سابق امریکی صدر لکھتا ہے "شاہ انگلینڈ اس مکروہ دھندے کے امتناع و تحدید کے لئے قانون سازی کی ہر کوشش کو دبانے کا مرتکب ہوا ہے۔" یاد رہے کہ تھامس جیفرسن خود بھی سینکڑوں غلاموں کا مالک تھا۔ ابراہیم لنکن جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ امریکہ کے سیاہ فام باشندوں کا نجات دھندہ ہے۔ 1858ء میں اس نے ایک تقریر میں کہا۔ "میں نہ اس چیز کے حق میں ہوں اور نہ کبھی تھا کہ ایک سفید اور کالی نسل کو برابر کر دیا جائے' اور یہ کہ میں نہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ں بات کے حق میں ہوں اور نہ ہی کبھی تھا کہ
بشیوں کو رائے دھندہ بنایا جائے۔ اور نہ ہی
میں کسی اسامی کے اہل قرار دینے اور نہ ہی
انی سفید فام سے شادی کرنے کے قابل سمجھتا
ں۔" (اخذ و تلخیص از نیو ورلڈ آرڈر) یاد
ہے کہ افریقہ سے اغواء کر کے غلام بنائے
نے والوں کی اکثریت مسلمان تھی جنہیں
ا" عیسائی بنا لیا گیا مگر حقائق زیادہ دیر چھپائے
ہیں جا سکتے' اب کئی تحقیقاتی رپورٹیں منظر
ر پر آ چکی ہیں کہ افریقہ سے اغوا کر کے لائے
نے والے زیادہ تر مسلمان تھے۔

ان صلیبیوں نے مسلمانوں پر ہی نہیں
غیر عیسائی قوم پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔
وریا میں بیس لاکھ انسانوں کو ہلاک کیا۔ جاپان
ایٹم بم برسائے' ویتنام پر ستر لاکھ ٹن بم
رائے جن سے دو کروڑ گڑھے پیدا ہوئے۔
امریکی صلیبیوں نے بیس لاکھ ویتنامیوں کو قتل
ا اور تقریباً" اتنے ہی ویتنامی امریکی صلیبیوں
ے ہاتھوں مارے گئے۔ یہودی جو آج
صلیبیوں کے دست و بازو' دماغ اور اقتصادی
ں بنے ہوئے ہیں' خود یہ بھی صلیبیوں کے
ن مظالم سے نہیں بچے۔

صلیبیوں نے گزشتہ Millenium میں
ہے مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی اور
ب بھی صورت حال بدتر ہے۔ صلیبی خلیفہ
لنٹن کی قیادت میں صلیبی لیڈروں نے
عسکری اور معاشی ہر دو میدانوں میں ظلم کا
زار گرم کیا ہوا ہے۔ ایٹمی پاکستان سمیت کسی
ی مسلمان ملک کے غیرتی حکمران کو یہ ہمت
ہیں کہ وہ کسی مظلوم مسلمان کی انسانی
ہمدردی کے نام پر مدد کر سکے۔ نیٹو کے حملے تک
کسووو کے مظلوم مسلمانوں کو ایک پائی کی امداد
نہ ملی۔ عراق میں ادویات کی کمی کے باعث بچے
مر رہے ہیں مگر کسی مسلمان ملک کے حکمران کو
جرات نہیں کہ وہ عراقی بچوں کے لئے ادویات
ہی بھیج سکے۔ کشمیر میں بھارت کی وحشی افواج
قتل و عصمت دری کا سلسلہ جاری رکھے
ہوئے ہیں مگر کارگل سے مجاہدین کی واپسی کی
دھمکی صرف پاکستان کو ملی' اس لئے کہ صلیبی
دنیا میں مسلم دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی
ہے۔

اس سلسلے میں سابق امریکی صدر نکسن
کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔
"میں امریکہ' روس' یورپ' جاپان'
چین اور بھارت کو پر زور طریقے سے کہتا ہوں
کہ ان کا فائدہ اس میں ہے کہ وہ مسلم بنیاد
پرستی کی بڑھتی ہوئی طاقت کے خلاف اپنی
طاقتیں یکجا اور مرکوز کریں۔ مسلم ملکوں کی
فوجی حکمت عملی' ان سب کی جغرافیائی
پوزیشنیں' معدنی' آبی' زرعی اور صنعتی
وسائل کی فراوانی' ان کی وسیع منڈیاں اور
ٹیکنالوجی میں ان کی حالیہ کامیابیاں ایک نہ ایک
دن عالم اسلام کی قوت بن سکتی ہیں۔ جو دنیا (غیر
مسلم) کے لئے ایک سنگین خطرہ بن جائیں
گی۔" امریکہ و یورپ اور دیگر صلیبی ممالک
کی ایٹمی اور معاشی پالیسیاں بالکل صدر نکسن
کی ہدایت کے مطابق ہیں۔ پوری اسلامی دنیا کو
آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے جکڑا ہوا ہے۔
سعودی ولی عہد کے پاکستانی ایٹمی تنصیبات کے
معائنہ کرنے پر بھی صلیبی خلیفہ چیخ اٹھتا ہے۔
ملائیشیا اور انڈونیشیا معاشی میدان میں آگے
بڑھتے ہیں تو سازش کر کے بحران پیدا کر دیا جاتا
ہے۔ ان حالات میں جب کہ صلیبی دنیا اس
قدر سنگدل' وحشی' ظالم اور سفاک ہے تو پھر
مسلمان اس کی خوشیوں میں شریک ہونے کے
لئے کیوں بے قرار ہیں۔ صلیبیوں کے منصوبے
خفیہ نہیں بلکہ اخبارات و جرائد میں شائع ہو
چکے ہیں کہ وہ اکیسویں صدی میں پوری دنیا کو
صلیب تلے لانے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔
عیسائی مشنریوں کا سالانہ بجٹ کھربوں ڈالر ہے۔
یہ مشنریاں اس قدر با اثر ہیں کہ بنگلہ دیش میں
ان کے دباؤ پر 500 سے زیادہ دینی مدارس بند کر
دیئے گئے ہیں۔ انڈونیشیا میں انہوں نے طوفان
مچایا ہوا ہے اور مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کے
گوشت کی طرح کھا رہے ہیں۔ افریقی ممالک
میں بھی ان کی سرگرمیاں انتہائی خوفناک ہیں۔
سوڈان' صومالیہ' اریٹیریا میں صلیبیوں کی دہشت
گرد کارروائیاں کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔
صرف بھارت کے ہندو نے ان کے راستے میں
رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو انہوں نے آسمان
سر پر اٹھا لیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو بھارت میں
زندہ جلایا گیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ
رینگی مگر تین صلیبی مشنریوں کے مارے
جانے پر صلیبی دنیا میں طوفان آگیا۔
سوچیں' تدبر و تفکر کریں کہ کیا مسلمانوں کو
خونخوار صلیبی بھیڑیوں کی خوشیوں میں شریک
ہونا چاہئے۔ جب ہر گرجے میں اور ہر صلیبی
پارلیمنٹ میں عہد کیا جاتا ہے کہ صلیب کو دنیا
پر غالب کرنا ہے' دنیا کے ہر فرد کو عیسائی بنانا ہے
تو کیا مسلمانوں کو آمین کہنا چاہئے۔ عیسائی تو

اس Millenium کو اسی عہد و عزم کے ساتھ منا رہے ہیں۔ مسلمان دانشوروں اور علماء کو سوچنا چاہئے کہ وہ عیسائی Millenium کو کیسے منا سکتے ہیں۔ دکھ یہ ہے کہ مسلمانوں نے پندرھویں صدی ہجری کا استقبال بھی اس پرجوش طریقے سے نہیں کیا تھا جس طرح وہ عیسائی Millenium کے لئے پرجوش ہیں۔ جس ملک کا حکمران صلیبی خیفہ کی خوشنودی کی خاطر جمعہ کی چھٹی منسوخ کرکے اتوار کی چھٹی رائج کرے گا اور علماء حمایت کریں گے تو وہاں کے عام مسلمان کو جشن صلیب میں شرکت سے کیسے روکا جاسکتا ہے۔ جس ملک کے دانشور "مسلمانوں سے نفرت و حقارت کے اظہار کے لئے شروع کی گئی پتنگ بازی" کو مذہبی تہوار کہہ کر اسلامی کلچر کا حصہ بنائیں گے اور علماء خاموش رہیں گے وہاں جشن صلیب سے لاتعلقی کا اظہار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

برادران اسلام! غور کریں کہ کروڑہا غیرت مند مسلمان جو صلیبی کفر کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں' لاکھوں دوشیزائیں جو صلیبیوں کے ہاتھوں بے عصمت ہوئیں ان کی روحیں جب جشن صلیب میں شرکت پر ہم سے سوال کریں گی تو ہم اپنی بے غیرتی کا کیا جواز پیش کریں گے۔ سنہ عیسوی جو مسلمان حکمرانوں کی صلیبی طاقتوں کے ساتھ وفاداری کے باعث عالمی سنہ کے طور پر رائج ہو چکا ہے' اسے اپنانا تو مجبوری ہو سکتا ہے مگر جشن صلیبی Millenium میں شرکت کی کیا مجبوری ہے۔

قابل احترام قارئین! جشن Millenium کے ہم نوا بعض دانشور یہ سوال پیدا کر سکتے ہیں کہ سن ہجری ناقص ہے' قمری مہینوں کے ایام کی تعداد کا قبل از وقت پتہ نہیں چل سکتا اس لئے اس کے مطابق کاروبائے دنیا انجام دینا مشکل ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اب ایام کی تعداد معلوم کرنا مشکل نہیں رہا اور دوسری بات یہ ہے کہ بارہ صدیوں سے زیادہ عرصہ تک مسلمان سن ہجری کے مطابق ہی کام کرتے رہے اور انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ اسلامی تاریخ کی ساری کتابیں دیکھ لیں سن ہجری کے مطابق ہی لکھی ہوئی ملیں گی۔ اس کے باوجود ہمارا کہنا یہ ہے کہ سن ہجری اگر نافذ نہیں اور سن عیسوی کو اپنانا عالمی مجبوری ہے تو پھر بھی جشن Millenium منانے کا کوئی جواز نہیں۔ یاد رکھیں کہ صلیبیوں کو تعلیمات حضرت عیسیٰؑ سے کوئی غرض نہیں۔ عیسائیوں کا مذہب حضرت عیسیٰؑ کے مذہب سے بالکل مختلف ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے پیروکار صرف مسلمان ہیں۔ کوئی فرد اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا پیغمبر تسلیم نہ کرے۔ عیسائیت تعلیمات عیسیٰ علیہ السلام سے کوسوں دور شرک سے لبریز مذہب ہے اسی لئے یہ لوگ انتہا کے وحشی اور ظالم ہیں۔ بنی نوع انسان کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ ان کی مادی ترقی نے اخلاقیات کو چھین لیا ہے۔ انہوں نے علم سائنس کو صلیبی سائنس میں بدل کر بنی نوع انسان کے لئے زہر قاتل بنا دیا۔ ایٹمی جنگ کا خوف' بے حیائی' اللہ سے دوری' ماحولیاتی آلودگی' ظلم و تشدد کے نت نئے طریقے ان کے کارنامے ہیں۔ انہوں نے جو چند مفید ایجادات کیں ان سے بھی انسانی بھلائی کا کم اور تباہی کا زیادہ کام لیا جا رہا ہے۔ بیسویں صدی مکمل طور پر عیسائیوں کی صدی تھی اور ظلم و جبر سے لبریز صدی تھی' وحشت و درندگی کی صدی تھی' اکیسویں صدی کو بھی وہ ایسی ہی صدی بنانا چاہتے ہیں۔ پہلے کی نسبت ان کے پاس وسائل بھی زیادہ ہیں' جدید ترین اسلحہ سے بھی لیس ہیں' ان کی معاشی گرفت بھی مضبوط ہے' صلیبی مشنریوں ہی کی نہیں ایجنٹوں کی تعداد بھی کئی گناہ بڑھ چکی ہے۔ اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اکیسویں صدی مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش کی صدی ہوگی۔ مسلمانوں کے لئے جشن Millenium میں شرکت کا راستہ درست نہیں بلکہ وہ راستہ صحیح راستہ ہے جو بارھویں صدی عیسوی میں نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی نے اختیار کیا تھا یعنی متحد ہو کر صلیبیوں سے ٹکرانے اور اسلامی مقبوضات آزاد کرانے کا راستہ۔ اگر اس Millenium کو منانا ہی ہے تو جشن کے طور پر نہیں بلکہ اس عہد و عزم کے ساتھ منائیں کہ اس Millenium کو صلیبی ظلم و جبر کا Millenium نہیں بننے دیں گے۔ دنیا کو صلیبی تسلط سے آزاد کرا کر بنی نوع انسان کو جنت کا راستہ دکھائیں گے۔

صلیبی مظالم کے حقائق و واقعات انتہائی تلخیص سے بیان کئے گئے ہیں اور ان گنت دلخراش واقعات چھوڑنے بھی پڑے ہیں کیونکہ ایک مختصر تقریر میں سب کے بیان کی گنجائش ممکن نہیں۔ اس گفتگو کا مقصد تو آپ کو صلیبی

باقی صفحہ 24 پر ملاحظہ فرمائیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

الاخوان جہاد فورس

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

مرشد آباد 18-9-99

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما ارسلنک الا رحمتہ اللعلمین

اللہ جل شانہ نے جو منصب جو مقام جو مرتبہ اور اس کے ساتھ جو ذمہ داری نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو سونپی وہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کسی رسول کو سونپی نہیں گئی۔ ہر نبی ہر رسول کسی خاص قوم کے لئے کسی خاص ملک یا علاقے کے لئے اور ایک خاص وقت تک کے لئے معبوث ہوا لہٰذا اس نبی کی ذمہ داری وہیں تک محدود ہے جب کہ آپ ﷺ کو رحمت اللعلمین فرمایا۔ عالمین میں اللہ کے سوا باقی ساری کائنات آجاتی ہے کائنات کا نظام کچھ عجیب طرح سے ہے جس پر موجودہ سائنس بھی اتفاق کرتی ہے کہ دوسرے جتنے سیارے ہیں سورج ہے چاند ہے مختلف ستارے ہیں ان سب کا اثر زمین پہ پڑتا ہے۔ کہیں رات اور دن بنانے میں کہیں گرمی اور سردی کے لانے میں کہیں پانی سے بھاپ اور بادل بنانے میں کہیں بارش برسانے میں کہیں کھیتیاں اگانے میں کہیں پھل پکانے میں کہیں افزائش نسل پر اور کہیں زندگی کے خاتمے کا سبب بنتا ہے مختلف سیاروں کی گردشوں کا یعنی زمین تمام سماوی سیاروں کی توجہات کا مرکز ہے۔ زمین سے ان سیاروں کو کیا ملتا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جو سائنس کے علم میں نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ زمین پر اللہ کی یہ مخلوق جسے انسان کہتے ہیں اس کا کردار نہ صرف زمین کو بلکہ ان بیرونی سیاروں کو بھی متاثر کرتا ہے جب اس کا کردار بگڑتا ہے تو ان کی روش بدل جاتی ہے جب اس کا کردار بگڑتا ہے تو ان کے اثرات بدل جاتے ہیں جب اس کا کردار بگڑتا ہے تو وہی بارشیں جو آبادی کا سبب تھیں۔

و جعلنا من الماء کل شی حی جو زندگی کا سبب ہے وہ موت کا سبب بن جاتا ہے جب اس کا کردار بگڑتا ہے تو وہی ہوائیں جو حیات آفرین ہوتی ہیں وہ تباہی لے آتی ہیں۔ بربادی کا سبب بن جاتی ہیں سورج بھی وہی ہوتا ہے سمندر بھی وہی ہوتے ہیں بھاپ بھی روزانہ بنتی ہے لیکن انسانی اعمال کا اثر بادلوں کو برسنے سے روک دیتا ہے قحط سالیاں پڑ جاتی ہیں بلکہ قرآن مجید گواہ ہے کہ بادلوں سے پانی کی بجائے آگ بھی برسی۔ جہاں سے پانی برسنا چاہئے تھا وہاں سے آگ برسی جہاں سے آب حیات برسنا چاہئے تھا وہاں سے پتھر برسے کیوں؟ جن قوموں پر برسے ان کے کردار اور ان کے اعمال کا نتیجہ تھا۔ یہ مخلوق جسے انسان کہتے ہیں اور جو اللہ کی سب مخلوقات میں سے اشرف قرار پائی ہے اس کا کردار بھی اتنا متاثر کن ہے تو اس کا جو کردار ہے وہ جہاں گھاس کے تنکے کو متاثر کرتا ہے جہاں ایک چیونٹی کو متاثر کرتا ہے جہاں جنگل کے جانوروں کو متاثر کرتا ہے وہاں فضائے آسمانی میں تیرتے ہوئے سیاروں کو بھی متاثر کرتا ہے ان کے اثرات بدل جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی چڑیا کے انڈے یا بچے کوئی گیدڑ جنگل میں کھا جاتا ہے تو وہ بھی کسی بے نماز کے سجدہ نہ کرنے کی نحوست کا اثر ہوتا ہے اور اس پہ تو اللہ کی کتاب گواہ ہے کہ قوموں کی بدکرداری نے ملکوں کو ڈبو دیا تباہ کر دیا زمین النادی گئی آسمان سے پتھر برسے آگ برسی طوفان آئے سیلاب آئے۔

نبی رحمت ﷺ کی رحمت اللعالمینی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نے بنیادی طور پر ساری انسانیت کو توحید باری سے آشنا کیا اور دعوت دی اس وحدہ لا شریک کی طرف۔ آج ہندوستان تقسیم ہو چکا ہے اور اس کے تین ممالک تو موجود ہیں بنگلہ دیش بھارت پاکستان اور چوتھا حصہ کشمیر زیر بحث ہے کچھ ہندوستان کے پاس ہے کچھ پاکستان کے ساتھ ہے یہ سارا یکجا تھا تو اس وقت کا مورخ لکھتا ہے کہ ہندوستان میں چھتیس کروڑ بت پوجے جاتے تھے آج کا تجزیہ نگار صرف بھارت میں جس سے بنگلہ دیش بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

الگ ہو گیا کشمیر اس طرف ہے پاکستان ادھر ہے درمیان میں جو بھارت بچ گیا وہاں جو بت پوجے جاتے ہیں ان کی صرف اقسام چونسٹھ کروڑ ہیں چونسٹھ کروڑ بتوں کی تعداد نہیں ہے اس لئے کہ سو کروڑ آبادی ہے تو شاید ایک ایک بندے کے پاس دس دس بت ہوں یعنی جتنی اقسام کے بت پوجے جاتے ہیں اس کی جب تعداد بتاتے ہیں لکھنے والے تو وہ کہتے ہیں جی چونسٹھ کروڑ اقسام ہیں بتوں کی جو آج ہندوستان میں پوجی جا رہی ہیں اگر آج کے اس دور میں جسے مہذب تعلیم یافتہ یا سائنس کی ترقی کا یا انسانی علوم کی ترقی کا دور کہا جاتا ہے اس میں بنی آدم کا یہ عالم ہے تو جب علم نہیں تھا سائنس نہیں تھی ترقی نہیں ہوئی تھی عقل انسانی کے لئے کوئی دروازے نہیں کھلے تھے تب کیا عالم ہوتا ہو گا اس عالم میں روئے زمین پر صرف ایک اللہ کا بندہ تھا ﷺ اس بوڑھے آسمان نے دیکھا کہ ساری کائنات بسیط میں اللہ کا ایک بندہ اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہے ایک سے دو دو سے چار چار سے پانچ پانچ سے دس چالیس ۔ جب چالیس ہو گئے مسلمان۔ تو گویا روئے زمین پر صرف چالیس مسلمان تھے۔ وہی چالیس مسلمان روئے زمین پر تھے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول ﷺ ہم تو چالیس ہیں چالیس تو بڑی تعداد ہوتی ہے اور کافر تو بتوں کی پوجا کرتے ہیں بیت اللہ میں اور ہم نماز پڑھتے چھپ کر ہم بھی اللہ کی عبادت بیت اللہ میں کریں گے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی اب وہاں مکہ میں تیرہ سال ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی انہیں صرف مار کھانا تھی مارنا نہیں تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے طے کر لیا مشرکین مکہ نے راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کی خاص نیزہ بازوں کے دستے ابی جہل نے حرم کے دروازے کے سامنے گلی میں کھڑے کر دیے گلیوں میں عورتوں تک نے گھروں سے پتھروں سے مارا مردوں نے پتھر پھینکے ہر حیلہ کیا گیا لیکن وہ چالیس بندے ایک دوسرے کے بازو میں بازو دے کر چل نکلے اور مار کھاتے زخمی ہوتے حرم میں جا پہنچے حتی کہ ابو جہل نے اپنا دستہ ہٹا لیا کہ مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں اگر مارے جائیں گے تو ہمارے قبائل میں تو خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اور یہ واپس جانے والے نہیں ہیں۔ یعنی یہ وہ قوت تھی کہ جس نے باطل کے مقابلے میں حق کو جھوٹ کے مقابلے میں سچ کو کفر و شرک کے مقابلے میں توحید کو بتوں کی اور بندوں کی پوجا کے مقابلے میں اللہ کی اطاعت کو روز روشن کی طرح واضح کیا خون دے کر جانیں دے کر قربانیاں دے کر اور پھر دس سالہ حیات مدنی میں جس میں ایک نئی ریاست کی بنیاد رکھی گئی ایک نیا معاشی نظام روشناس کرایا گیا جس سے دنیا ناآشنا تھی ایک نیا عدالتی نظام روشناس کرایا گیا اور نئی طرز کی عدالتیں بنائی گئیں جس کا دنیا میں پہلے کہیں کوئی رواج نہیں تھا ایک نئی طرز کی فوجی ترتیب بنائی گئی جس کا دنیا میں کوئی پہلے تصور نہیں تھا جنگ اور صلح کے نئے نئے اصول و قواعد ملک کی تقسیم علاقوں کی تقسیم ان کے ادارے ان تک چیزوں کا پہنچنا ایک نیا سیاسی نظام پورا سیاسی مزاج بنایا جا رہا تھا اور اتنے مصروف کام میں صرف دس سالوں میں چوراسی کے قریب غزوات و سرایہ' چوراسی کے قریب جنگیں بھی لڑی گئیں۔ یہ معجزہ ہے۔ محمد رسول ﷺ نے وہ کام بھی کیا اور یہ سارا کام بھی کیا اور کسی کام میں رائی برابر کہیں کوئی خلل کوئی کمی واقعی نہیں ہوئی ایک ایسی قوم ترتیب پائی کہ جو فرد نہیں نظریہ بن گئے تھے بدر میں جو دعا حضور ﷺ نے فرمائی اس میں آپ ﷺ نے یہ عرض کی بار الٰہی میرے سارے کا سارا اسلام یہاں لے آیا ہوں ان تین سو تیرہ بندوں کو آپ ﷺ نے اسلام کہا تھا یعنی افراد نہیں ہیں یہ نظریہ بن چکے ہیں ان کا جینا مرنا اوڑھنا بچھونا فتح شکست سب کچھ تیری رضا کے لئے ہے اور یہ تیرے دین کا سمبل بن چکے ہیں ان کا اپنا اس میں کچھ باقی نہیں رہا نہ خون اپنا ہے نہ جان اپنی ہے نہ گوشت پوست اپنا ہے نہ کوئی رشتہ ہے نہ ناطہ ہے جو کچھ ہے صرف تو ہی تو ہے تین سو تیرہ کے لئے فرمایا' اللہ! میں سارے کا سارا اسلام یہاں لے آیا ہوں اور اگر یہ یہاں کھیت رہے فلن تعبد ابدا" اگر یہ یہاں ہار گئے تو قیامت تک پیشانیاں تیرے سجدوں سے محروم ہو جائیں گی۔

ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم صرف اس شعبے کو ضروری سمجھتے ہیں کہ مجاہدہ کیا جائے محنت کی جائے قرآن کی تلاوت کی جائے تسبیحات پڑھی جائیں تبلیغ کی جائے ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ سب کس لئے ہے؟ جو لوگ اس سے بنتے ہیں انہیں بدر

www.naqshbandiaowaisiah.com

میں پہنچنا چاہئے یہاں ہم بھول جاتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ تبلیغ کرکے ذکر کرکے مراقبہ کرکے مجاہدہ کرکے اللہ اللہ کرکے ہم نے حق ادا کردیا اب جنت ہمارے لئے ہے۔ بھئی جنت کے لئے عبادت کی ضرورت نہیں اور نہ جنت عبادت سے ملے گی۔ کوئی بھی شخص اتنی عبادت نہیں کر سکتا کہ وہ جنت کا ایک پتا بھی خرید لے جسے ملے گی انعام میں ہی ملے گی جنت ایک اعزاز ہے ایک رتبہ ہے جنت بجائے خود کچھ نہیں جنت ایک رہائش ہے ایک گھر ہے لیکن اس کی اہمیت یہ ہے کہ جیسے پنجاب کا گورنر ہاؤس ہے وہ بھی تو اینٹوں کا بنا ہے ایک مکان ہے لیکن اس میں جو رہتا ہے وہ پنجاب کا گورنر ہوتا ہے جنت کی اہمیت یہی ہے کہ اس میں جو رہیں گے وہ اللہ کے محبوب ہوں گے۔ جنت کی اہمیت یہ ہے کہ جن لوگوں کی رہائش وہاں ہوگی وہ سارے درجہ بدرجہ مقبولان بارگاہ ہوں گے کہ جو مقبول ہوگا اسے جنت دے گا نا۔ یعنی جنت شرط نہیں ہے قبولیت شرط ہے۔ جنت نہیں خریدی جاسکتی اس کی رضا خریدی جا سکتی ہے جان دے کر خریدی جائے مال دے کر خریدی جائے اپنے آپ کو ہار کر خریدی جائے مجاہدے سے خریدی جائے مفت عطا کر دے لیکن قرب الٰہی اصل شے ہے جسے نصیب ہوگا جنت اس کی ہوگی۔ اب جو گورنر بن جائے اسے کوئی گورنر ہاؤس جانے کے لئے درخواست تو نہیں دینا پڑتی پکڑ کر اسے سواریوں پہ بٹھا کر لے جاتے ہیں اسی طرح جسے قبولیت نصیب ہو جائے گی جو مقبول بارگار ہوگا اسے اگلے ہاتھوں پہ اٹھا کر جنت لے جائیں گے۔

تو ہماری ساری توجہ جو جنت کی طرف کردی گئی ہے یہ بھی ایک مغالطہ ہے اصل مقصود رضائے الٰی قرب الٰہی ہے اور قرب الٰہی کے دو درجے ہیں کہ اپنی ذات پہ محنت کی جائے عقیدہ توحید کو راسخ کیا جائے اعتماد علی الرسول ﷺ زندگی کا حاصل بنالیا جائے کہ میری زندگی کا حاصل یہ ہو کہ مجھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ہر بات پہ یقین کامل نصیب ہو جائے اور اللہ کی زمین پر سے ظلم کو مٹانے کے لئے اپنی آخری کوشش لگا دی جائے کرنے کا کام یہ ہے کہ فرعونوں سے شدادوں سے ظالموں سے ڈاکوؤں سے' مال ودولت کے ہوں یا دین کے اللہ کی مخلوق کو ان سے بچایا جائے۔

نبی رحمت ﷺ نے جو قوم بنائی ایک طرف تو انہیں اتنا فنافی اللہ کیا کہ وہ افراد نہ رہے نظریہ بن گئے اور دوسری طرف وہی نظریہ بدر میں کفر و شرک و ظلم کے سامنے صف آرا ہے - لہٰذا مومن کی زندگی کے دو درجے ہیں اپنی ذات کی تربیت اور اس پہ پوری محنت بڑے خوش نصیب ہیں وہ جنہیں اس دنیا میں ایسا شیخ نصیب ہو جائے جو واقعی برکات نبوی سے اپنے دل کو روشن رکھتا ہو اور اگلے کے دل کو روشن کر سکتا ہو یہ انتہائی قیمتی اور سب سے اعلی نعمت ہے رب کریم کی کہ برکات نبوی ﷺ کسی دل میں ہوں اور اس کے پاس یہ قوت بھی ہو کہ وہ اگلے دل میں بھی منتقل کر سکتا ہو۔

میں نے کسی سے سنا تھا کہ وہ کہتا تھا یہ صوفی لوگ بڑے بخیل ہوتے ہیں اور دوسروں کو وہ چیزیں نہیں دیتے بات ایسی نہیں ہوتی یہ غلط بات ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر بندہ جو صوفی کہلواتا ہے وہ صوفی ہوتا نہیں ہے چونکہ صوفی وہ ہوتا ہے جس کے دل میں واقعی وہ برکات قلب اطہر ﷺ سے متشرح ہوتی ہیں وہ پہنچتی رہتی ہیں اگر واقعی وہ صوفی اور صاحب حال ہو۔ ہر صاحب حال میں یہ سکت نہیں ہوتی اسے یہ قوت عطا نہیں کی جاتی کہ وہ دوسروں کو بھی یہ نعمت تقسیم کرے اس کے لئے پھر آگے عطائے الٰہی ہوتی ہیں کہ وہ اس کام کے لئے کس کو پسند کرتا ہے کسے یہ اعزاز بخشتا ہے کسے یہ قوت دیتا ہے کہ وہ آگے تقسیم کرے۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ صوفیا کی فہرست میں چودہ صدیوں میں گنتی کے اسماء گرامی ہیں جو سلاسل میں آتے ہیں سلسلے میں وہی نام آتے ہیں بھئی کیوں اس زمانے میں اور بندہ کوئی نہیں تھا ایک سلسلے کا شجرہ پڑھو اس میں بھی وہی نام ہے دوسرے کا پڑھو اس میں بھی وہی تیسرے کا پڑھو بھئی سارے ایک ہی جگہ سے لیتے رہے اور بندہ کوئی نہیں تھا؟ معلوم دنیا کے تین چوتھائی حصے پر تو اسلام پھیل چکا تھا ولی اللہ تو ہر زمین پر تھے لیکن یہ نعمت تقسیم کرنے کی جو قوت تھی وہ جنہیں دی گئی وہ گنتی کے تھے۔ جس طرح ہمیں واپڈا بجلی دیتا ہے اپنے گھر میں جلانے کے لئے لیکن کسی کو یہ اجازت نہیں ہوتی کہ اگلے گھر کو بھی کنکشن دے دے۔ اس کے لئے باقاعدہ پاور ہاؤس بنتے ہیں اور گرڈ سٹیشن بنتے ہیں جو آگے تقسیم کرتے ہیں تو بجلیاں جلتی تو ہر سینے میں ہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہیں کم کہیں زیادہ اور ولی اللہ ہر خطہ زمین پہ ہوتے ہیں کوئی ایک درجے کا کوئی اس سے اونچے درجے کا سب اچھے ہوتے ہیں کوئی اچھوں میں اچھا ہوتا ہے لیکن گرڈ سٹیشن خال خال ہوتے ہیں اور پھر وہ صدیوں تک چلتے ہیں جس طرح ایک گرڈ سٹیشن میلوں تک علاقے میں جاتا ہے نا اسی طرح صاحب حال لوگوں میں بھی یہ گرڈ سٹیشن بہت کم ہوتے ہیں۔

حضرت رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی ذات ایک ایسا گرڈ سٹیشن ہے جو تبع تابعین کے بعد بارہ سو سالہ تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتا یہ میں محض اپنی عقیدت کی بناء پر نہیں کہتا بلکہ کئی دفعہ میں نے بات کی اور کچھ حضرات نے اس پہ اعتراض بھی کیا تو میں نے کہا بھئی آپ تاریخی اعتبار سے یہ ثابت کردیں کہ تبع تابعین کے بعد کوئی صوفی ایسا گزرا ہو جس کے پاس جو آئے وہ قلب روشن کرا کے جائے وہ مرد ہو عورت ہو بچہ ہو بوڑھا ہو وہ پڑھا لکھا ہو ان پڑھ کوئی بھی آئے وہ ذکر قلبی لے کر جائے یہ سنت تھی نبی کریم ﷺ کی جو آیا اس کا قلب روشن ہوگیا یہ سنت تھی صحابہ کی جو آیا تابعی بن گیا مرد عورت بچہ بوڑھا پڑھا لکھا ان پڑھ تابعین کی یہ سنت تھی یہ قوت تابعین تک کہ جو بھی آیا تبع تابعی قرار پایا۔ تبع تابعین کے بعد یہ بات ختم ہو جاتی ہے اور خال خال لوگ صاحب حال بنتے ہیں اور باقی ظاہر کی اصلاح تک رہ جاتے ہیں ہزاروں سال بعد اللہ نے اپنے اس بندے کو اللہ کی کروڑوں کروڑوں رحمتیں اس کی ذات پر اللہ نے اپنے اس بندے کو یہ توفیق بخشی کہ ان کے پاس جو آیا کم از کم وہ قلب روشن لے کر ہی گیا میں نے ایک ایک ہفتے میں لوگوں کو یہاں فنافی الرسول ﷺ تک پہنچتے دیکھا ہے۔ مسجد میں پانی بھرنے والے خادم بارگاہ نبوت ﷺ کی باتیں کیا کرتے تھے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں جب کہ دین الجھا دیا گیا ہے احکام ومسائل الجھا دیے گئے ہیں اور اسلام کے نام پر پچاس قسم کے اسلام ہی پیش کئے جارہے ہوں ہر آدمی اپنی رائے کے لئے قرآن کا ایک حوالہ ڈھونڈ لیتا ہے آیت کو معنی اپنی پسند کے پہنا لیتا ہے انتہائی گمراہی کے زمانے میں جب کافر بھی واپس وہیں پہنچ چکا ہے جہاں زمانہ جاہلیت میں تھا عالم کفر نے بھی اتنی ترقی کی ہے کہ اب وہ بے لباس ہو چکے ہیں جس طرح زمانہ جاہلیت میں بے لباس تھے انتہائے جہالت یہ تھی نا کہ لوگ بے لباس پھرتے تھے کوئی شرم وحیاء نہیں تھی لباس کا کسی کو شعور نہیں تھا اور جو ملتا تھا کھا جاتے تھے کیڑے مکوڑے بھی اور جانور بھی اور چرند پرند بھی حلال حرام کی کوئی تمیز نہیں تھی آج کفر اور مغرب ترقی کر کے وہیں پہنچ چکا ہے کہ پھر بے لباس ہو چکا ہے اور پھر مغلظات اور الم غلم کھائے جا رہا ہے کیڑے مکوڑے کھائے جا رہا ہے سانپ کھائے جا رہے ہیں مینڈکیں کھائی جا رہی ہیں چوہے کھائے جا رہے ہیں امریکہ جیسے مہذب ملک کی سب سے قیمتی ڈش فراگ لیگز ہوتی ہیں وہ مینڈک کی ٹانگیں بھونی ہوئی اور سارے فار ایسٹ میں جاؤ تو زندہ سانپ رکھ کر بیٹھے ہیں کھانے کے لئے لوگ خرید رہے ہیں زندہ خریدا اور اس کا سر کاٹ کر وہیں پھینکا اور بقیہ حصہ بھون کر کھا لیا یعنی ترقی کر کے وہیں پہنچے جہاں جاہلیت میں تھے عالم اسلام کا یہ عالم ہے کہ یہ بھی ان کا جھوٹا کھانا باعث فخر سمجھتے ہیں بلکہ آج کل تو پورے عالم اسلام میں سب سے سربرآوردہ ریاست پاکستان ہے۔

الحمد للہ اس میں سب ملکوں سے زیادہ نمازی ہیں اس میں سب ملکوں سے زیادہ علماء ہیں اس میں سب ملکوں سے زیادہ علم دین ہے اس میں سب ملکوں سے باقی تمام مسلمانوں سے زیادہ باعمل مسلمان ہیں یہاں کا جو طبقہ امراء ہے اور جو طبقہ برسراقتدار ہے ہماری بدنصیبی دیکھیں کہ ہمارا طبقہ امراء وہ طاقتیں جو اللہ کے پاس ہیں وہ امریکہ کے پاس سمجھتا ہے جس کے پاس حکومت ہوتی ہے اسے باقی رکھنے کے لئے امریکہ جاتا ہے جو خواہش مند ہوتا ہے وہ حکومت لینے کے لئے امریکہ جاتا ہے بے نظیر ہو عمران خان ہو یا شہباز شریف ہوں میاں نواز شریف ہوں سارے اسی در کے چکر لگاتے رہتے ہیں اور کسی کو یعنی عالم اسلام میں جو سب سے بڑا ملک ہے اس کا یہ عالم ہے اس کے بعد سعودی عرب ہے جہاں حرمین شریفین ہیں ان کا قبلہ بھی امریکہ ہی ہے باقی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا پھر کیا ہوگا۔

تو جب ایمانیات کا یہ عالم ہو کہ خود اسلام کی تعبیرات گم ہو رہی ہوں اور کردار کا یہ عالم ہو کہ غریب کو غریب تر بنایا جا رہا ہو لوٹا جا رہا ہو اور امریکہ کی خوشنودی کے لئے پیسا جا رہا ہو تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اہل حق اور اللہ کے بندوں کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ اپنا کردار ادا کریں توحید کو بھی سورج کی طرح

www.naqshbandiaowaisiah.com

روشن کرکے پیش کریں اور کردار نبوی ﷺ کو بدر احد میں سجا کر ظالموں سے منوائیں کہ طاقت امریکہ نہیں طاقت اللہ ہے قیصر و کسریٰ طاقت نہیں ہیں اللہ رب العزت طاقت ہے۔

حضرت (مولانا اللہ یار خاں) رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے پوری زندگی اس محنت میں لگا دی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ حسرت ہوا کرتی تھی کہ کاش----

آج امریکہ کو بھی اور دوسری کافر طاقتوں کو بھی اس بات کا احساس ہے کہ اس طرح کے لوگ بھی ہیں۔ اور یہ محض اللہ کا کرم ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس ساتھی نے بھی دل روشن کر لیا اور جذبہ جہاد زندہ کر لیا اس نے اس ہستی سے برکات حاصل کر لیں اور اس مقصد کے لئے ہم نے پانچ سال چھ سال پہلے الاخوان کی بنیاد رکھی اس میں کوئی ہوس اقتدار یا کوئی حکومت کی خواہش نہ تھی اور نہ ہے الحمد للہ۔ اللہ کریم کا احسان ہے کہ جہاں جماعتیں پچاس پچاس سال میں پہنچیں الاخوان پانچ سالوں میں اس مقام پر پہنچ گئی کہ کوئی اپوزیشن ہو یا حکومت وہ الاخوان کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

میں نے الحمد للہ ساری زندگی کام کیا ہے اور میں کام کرنے والا بندہ ہوں لیکن مجھے ساٹھ سال نے بوڑھا نہیں کیا جتنا الاخوان کے پانچ سالوں نے کر دیا ہے۔ کل جو ہم نے فیصلہ کیا ہے الحمد للہ وہ ہے الاخوان جہاد فورس۔ اب ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ عملی طور پر میدان جہاد میں اترا جائے اور اس کی ابتدا ہم کشمیری مظلوم مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو کر ظالموں کے مقابلے میں شروع کر رہے ہیں لیکن ہم کشمیر تک محدود نہیں رہیں گے انشاء اللہ وقت آئے گا کہ سارے برصغیر کو ظلم سے نجات دلائی جائے گی۔ ہمارا ٹارگٹ نہ صرف کشمیر ہے نہ صرف پاکستان بلکہ انشاء اللہ کابل سے بنگالہ تک اور ہمالہ سے دکن تک۔ وہی مسلمان ریاست دوبارہ انشاء اللہ وجود میں آئے گی جو ہزار سال تک پہلے اس سرزمین پر رہی۔ جہاں مسجد ہو وہ شہید ہو جائے گر جائے ظالم گرا دیں تو مسلمانوں پر واجب ہوتا ہے کہ وہ جگہ واپس لیں اور دوبارہ مسجد تعمیر کریں۔ اسی طرح فقہاء کے نزدیک جس زمین پر اسلامی ریاست بن جائے قیامت تک مسلمانوں پہ واجب رہتا ہے کہ اگر وہ ریاست کافر چھین بھی لیں تو پھر جہاد کر کے اس زمین پر وہی اسلامی حکومت قائم کریں برصغیر پر اسلامی ریاست کا قیام ہم سب پر فرض ہے ہماری ذمہ داری ہے جو سمجھتے ہیں ان کے لئے اور جو نہیں فرض ان پر بھی ہے اور یہ میری بات نہیں ہے فقہ کی بات ہے کہ اور بڑے بڑے عظیم فقیہان کرام کے فتوٰی میں موجود ہے کہ کوئی زمین جس پہ ریاست اسلامی رہی ہو وہ کفر کے حوالے کر کے بے فکر ہو جانے کی اجازت نہیں ہے اگر کافروں نے غاصبوں نے چھین لی ہو۔ ہماری بے حسی کا تو یہ عالم ہے کہ کافر بیت المقدس لے کر بیٹھے ہیں اور ہم خاموش ہیں جب کہ حق یہ ہے کہ جس زمین پر اسلام کا علم بلند رہا ہو اس زمین پر دوبارہ اسلام کا علم گاڑنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

ہم نے الحمد للہ الاخوان میں افغانستان کی جنگ میں اپنا رول ادا کیا اور انتہائی قیمتیں اور حساس حصہ جو تھا وہ الاخوان کا تھا اس کی تشہیر نہیں ہوئی اس لئے کہ ہم نے باقاعدہ باضابطہ جہاد میں حصہ نہیں لیا انتہائی حساس کاموں کے لئے اپنے لوگ دیے کشمیر میں جو جہاد ہو رہا ہے اس میں کوئی ہماری ایڈورٹائز منٹ یا کوئی اخباری خبر اس لئے نہیں ہوتی کہ ہم نے کوئی تنظیمی کام وہاں شروع نہیں کیا بلکہ اپنے اچھے سے اچھے بندے وہاں کام کرنے کے لئے جو فورسیں وہاں کام کر رہی ہیں ان کو دیے

اب ہم الحمد للہ باقاعدہ طور پر الاخوان جہاد فورس سے کام شروع کر رہے ہیں اور انشاء اللہ ہندوستان کو بھی احساس ہو گا پاکستانیوں کو بھی اور دنیا کو بھی پتہ چلے گا کہ جہاد ہو رہا ہے۔

میں نے بڑا عرصہ دعا کی اور اب بھی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا میری یہ آرزو ہے اللہ کریم سے کہ اس زمین پر نفاذ اسلام کا عمل دیکھنے کی توفیق نصیب ہو۔

یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر دعا قبول بھی ہو جائے چونکہ دعا حکم تو نہیں ہوتی آخر ایک جمبل ریکوسٹ ہوتی ہے ایک درخواست ہوتی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ میں رہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ کام ہو۔ اگر اللہ توفیق دیں موقعہ دیں تو یہ حسرت ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے یہ کام کریں اور اس کی برکات ہمیں دیکھنا نصیب ہوں اور جہاں جن ایوانوں میں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور جو لوگ اسلام کے احکام کی تحقیر کرتے ہیں انہیں عظمت اسلام کے

www.naqshbandiaowaisiah.com

جھنڈے تلے لا کر انصاف سے آشنا کیا جائے مظلوم کو ظالم سے چھڑایا جائے اور ہر ظالم کا پنجہ مروڑ دیا جائے یہ حسرت ہے دعا ہے دعا کرتا بھی ہوں اور کرتا رہوں گا لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسا ہوتا میں بھی دیکھوں لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ کرے یہ کام ہو اور ایک ایک ساتھی سے میری درخواست ہے کہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر لیجئے

یہ کام انشاء اللہ ہو کر رہے گا ہم رہیں یا نہ رہیں یہ کام ہو کر رہے گا اس لئے کہ اس میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تائید شامل ہے آپ ﷺ کی پیش گوئیوں میں موجود ہے اور بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ بندہ جسے اس میں حصہ نصیب ہو اور جو اس میں حصہ لیکن پوری دیانت داری سے پوری محنت سے کفایت شعاری سے کام لیجئے اور ایک ایک پیسہ بچا کر جہاد کیلئے وقف کیجئے جتنا حصہ ہو سکے اس میں پیسوں سے لیجئے بہت سے جوانوں کو ہم نے بڑی دیر سے روک کے رکھا ہوا تھا ان کو ترتیب سے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت ہو گی ٹریننگ دی جائے گی سکھایا جائے گا طریقے سمجھائے جائیں گے اور عملاً" جہاد میں شامل ہونے کی اجازت ہوگی اب انشاء اللہ کشمیر سے ابتدا ہوگی اور اللہ کرے کہ برصغیر کی فتح پر انجام ہو اس کا۔ اللہ کرے یہ موقع دیکھنا مجھے بھی نصیب ہو لیکن شاید۔ ہمت تو جواں ہے لیکن شاید صحت ساتھ نہیں دے رہی۔ بہرحال افراد ضروری نہیں ہوتے ادارے ضروری ہوتے ہیں اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلے کا ہر فرد اتنا ہی ذمہ دار ہے جتنا میں ہوں۔ اگر ایک ساتھی بھی باقی ہو تو علم جہاد بلند رکھیں۔ یہی وہ عمل ہے جو حضور ﷺ کی رحمتہ اللعالمین کا ایک شعبہ ہے اس رحمت کو ایسے عام کیا جائے کہ مظلوم کے آنسو پونچھے جائیں اور ظلم کا ہاتھ روک دیا جائے کفر کی ظلمت کو روکا جائے اور توحید کی روشنی پھیلائی جائے۔ اللہ کریم ہم سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اس عظیم مقصد پر تاحیات قائم رکھے اس مقصد پہ موت آئے اور قیامت کو مجاہدین غازیوں اور شہیدوں کے ساتھ کھڑا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

انشاء اللہ برصغیر پر اسلامی ریاست قائم ہوگی کابل سے بنگالہ تک اور ہمالہ سے دکن تک اسلامی ریاست ہوگی اور پھر روئے زمین پہ غلبہ اسلام ہوگا اور یہاں اسلام پھیلے گا اسے کوئی روک نہیں سکے گا اللہ کرے کہ یہ چھوٹی سی جماعت ہم ترتیب دے رہے ہیں انتہائے فتح تک اللہ اس کو قائم رکھے ساتھ رکھے ترقی دے اور احباب کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

ہر مرض کا شافی علاج کیا جاتا ہے

لاثانی دواخانہ

حکیم نورالحق

مطلب: نزد چوک جھال خانو آنہ ستیانہ روڈ، فیصل آباد فون 45413

www.naqshbandiaowaisiah.com

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

الطاف قادر کھمن

انسانیت کا ہر فرد جو بھی آپؐ پر ایمان لائے آپؐ سے تعلق قائم کرے۔ آپؐ سے مستفید ہو سکتا ہے یہ واحد رسالت ہے جس میں یہ بات نہیں ہے کہ فلاں کا حصہ ہے فلاں کا نہیں ہے۔ ساری انسانیت کا حصہ بیک وقت یہاں موجود ہے اگر کسی کو نہیں ملتا تو وہ نہ پانے والے کی اپنی نالائقی' اس کی اپنی کمزوری' انی بد نصیبی ہے۔ اگر وہ وہاں تک پہنچتا ہے تو اسے حصہ پانے میں کوئی دشواری نہیں یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ تمہارا حصہ یہاں نہیں ہے۔

اسی طرح سے تمام سلاسل تصوف اور تمام نسبتوں میں نسبت اویسیہ ہے جو براہ راست نبی کریمؐ سے' ابوبکر صدیقؓ سے ان مشائخ کو نصیب ہوتی ہے جو نسبت اویسیہ سے متعلق ہے اور یہ واحد نسبت ہے جس میں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ فلاں کا حصہ ہمارے پاس ہے اور فلاں کا نہیں ہے جو آئے ہم دل کشادہ رکھتے ہیں اس نسبت میں وہ ہی محروم رہے گا جو ان تک پہنچے گا نہیں وہ اس کی اپنی قسمت لیکن جو فرد بشر بھی پہنچے گا اسے یہ نہیں کہا جائے گا کہ تمہارا حصہ ہمارے پاس نہیں۔ جس طرح انبیاء کی نبوت میں کوئی کمی نہیں اس کی شان میں کوئی کمی نہیں' ان کی صداقت میں کوئی کمی نہیں لیکن ان کی برکات کو رب کریم نے افراد پر محدود کر دیا ہے۔ زبانوں پر محدود کر دیا ہے۔ زبانوں پر محدود کر دیا ہے۔ قوموں پر محدود کر دیا ہے اس پر کوئی طعن نہیں آتا ان کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا یہ اللہ کی تقسیم ہے کہ اس نے آدمؑ سے عیسیٰؑ تک انبیاء کے زمانے مخصوص کر دیئے۔ علاقے مخصوص کر دیئے لیکن جب آقائے نامدارؐ مبعوث ہوئے تو نہ کوئی علاقہ مخصوص رہا نہ کوئی زمانہ مخصوص رہا بلکہ اذن عام دے دیا گیا پوری انسانت کو' قیامت تک کے لئے جو بھی آئے جو جتنا اٹھا سکتا ہے اتنا سمیٹ کر یہاں سے لے جائے اب یہ اس کی ہمت ہے کہ وہ کتنا لیتا ہے کہ جتنا اس مقام تک پہنچتا ہے کتنی محنت کرتا ہے کتنی طلب ہے اس کے لئے' کتنا مجاہدہ کرتا ہے اور کیا کچھ لے جاتا ہے۔

فرمایا۔ ہماری نسبت تو حضرت نقشبندؒ کی طرف ہوگی اور یہ نسبتیں بھی ایسی ہیں کہ ان لوگوں سے یہ نعمت شروع نہیں ہوئی یہ جو چار کا ذکر ہے صرف چار سلسلے نہیں ہیں یہاں چار معروف ہیں ہمارے ملک میں کم از کم' ورنہ شاہ ولی اللہؒ نے غالباً" کوئی چودہ سلاسل کا تذکرہ کیا ہے جو عالمی سطح پر معروف ہوئے' لیکن یہ بھی کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ دنیا میں صرف چودہ سلاسل تصوف تھے۔

اس فن اور موضوع کے بہت بڑے بڑے لوگ گزرے اور جہاں کسی نے انقلابی تبدیلی پیدا کی اور جہاں کسی نے لوگوں کی اصلاح کا کام کیا اللہ نے کسی سے اتنا بڑا کام لیا کہ ایک معاشرہ میں' ایک ماحول میں تبدیلی محسوس ہوئی تو وہاں سے وہ سلسلہ اس ہستی کے نام سے موسوم ہوگیا۔ ورنہ اس نے پہلوں سے حاصل کیا ساری بھلائی کا مصدر تو نبی اکرمؐ کی ذات بابرکات اور صحابہ کرام ہیں۔ سلسلہ تو ہمارا بھی نقشبندیہ ہے۔ اویسیہ انداز سے کہا جاتا ہے نسبت کا بھی اصطلاحی مفہوم ہے نسبت کا لغوی معنی مفہوم ہے کسی سے کوئی تعلق ہونا اسے نسبت کہتے ہیں لیکن اصطلاح تصوف میں نسبت کہتے ہیں کسی خاص ولی اللہ کا انداز اپنایا جانا تو حضرت اویس قرنیؓ کو نبی اکرمؐ سے ایک نرالا رشتہ نصیب تھا کہ آپؐ کو زندگی بھر زیارت تو نصیب نہ ہو سکی اور آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ لیکن دور رہ کر بھی آپ کا روحانی تعلق اتنا مضبوط تھا کہ حضور بھی انہیں یاد فرمایا کرتے تھے۔ اور ہزاروں میل دور رہ کر بھی فنافی الرسول رہا کرتے تھے اور برکات نبویؐ سے فیض یاب ہوتے تھے تو سلاسل تصوف جتنے بھی ہیں ان میں خاص حد سے آگے تو ترقی نصیب ہوتی ہے اس کا سبب روح کا حضورؐ سے براہ راست مستفید ہونا ہی بنتا ہے۔ خصوصاً" عالم امر میں جب بھی کوئی قدم رکھتا ہے تو اس سے آگے وہ تب چل سکتا ہے کہ براہ راست بارگاہ نبویؐ سے اس کی روح کو فیوضات و

www.naqshbandiaowaisiah.com

برکات نصیب ہوں لیکن ہمارے سلسلہ عالیہ میں ایسے بھی شعبے ہیں ایک نقشبندیہ مجددیہ جو مجدد الف ثانی سے منسوب ہے اور جو دوسرے سلاسل کی طرح ہی چلتا ہے لیکن جو نقشبندیہ اویسیہ ہے اس میں عجیب بات یہ ہے کہ پہلے لطیفے سے ہی سالک کو بارگاہ نبوتؐ سے برکات نصیب ہونا شروع ہو جاتی ہیں تو اس سلسلہ کا حصول فیض کا جو طریقہ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت اویس کرنیؓ کا ہوتا ہے اس کی جو نسبت یا اس کا جو حصول فیض کا ڈھنگ ہے جیسے اویسؓ نے دور رہ کر اکتساب برکات کرلیا اس طرح یہ دنیا کے گوشے گوشے میں بیٹھے ہوئے براہ راست رسول اکرمؐ کی روح مبارکہ سے سیراب کو اس طریقے کی نسبت کو اویسیہ کہہ دیا ہے اور ہمارے سلسلے کو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کہا گیا۔ فرمایا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ اور سارا نظام محض اس غرض کے ہے کہ جسے بھی طلب ہو وہ یہاں آئے اور ان کیفیات کا کوئی عشر عشیر' کوئی ذرہ جو ہمیں نصیب ہوا ہے وہ کیفیات جو نبی اکرمؐ کے سینہ اطہر تقسیم' وہ کیفیات جن کا نتیجہ تزکیہ قلب ہے' وہ کیفیات جو ایمان لانے والے کو صحابی بنا دیں۔ وہ کیفیات جو صحابہ کے سینے سے حاصل کرنے والے تابعی کہلائے۔ وہ کیفیات جن سے امین اہل اللہ کے قلوب اور سینے ہوا کرتے ہیں۔ ان کا کوئی ذرہ اگر ہمیں پہنچا ہے۔ تو ہر وہ شخص جو اس کا طلب ہو وہ یہاں تشریف لائے ہم بھی محنت کریں۔ وہ بھی مجاہدہ کرے اور ان کو منتقل کرنا یا انکو اس تک پہنچانا اللہ کریم کا اپنا کام ہے اور جو جس کا نصیب ہو وہ لے جائے۔

ان لوگوں کو جو اس وقت تھے یہ بھی یاد ہو گا کہ بعض لوگ ایک ہفتہ رہتے تھے یہاں آکر لطائف شروع کرتے اور جب وہ جا رہے ہوتے تو فنافی الرسول یا فنا بقا تک مراقبات کر چکے ہوتے۔

یہ محض ایک رواجی سلسلہ نہیں ہے۔ یہ محض پیری مریدی ایک حکایاتی تعلق نہیں بلکہ بحمد للہ اس وقت روئے زمین پر من حیث الجماعت اگر ضیاپاشی کر رہا ہے تو وہ یہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ کوئی اور سلسلہ نہیں ہے اور بھی ہیں لیکن اس قوت کے ساتھ اور اس واقعی حیثیت کے ساتھ مصروف عمل کوئی بھی نہیں۔ فردا" فردا" لوگ طالب ہیں لیکن بہ یک وقت اس قدر کاملین ایک مرکز پر جمع نظر نہیں آتے۔ اور کتنا سعید ہے وہ شخص جسے یہ چشمہ حیات ملے' جسے یہ منبع برکات ملے' اور پھر وہ روٹی کے چند ٹکڑوں کے عوض' چند دنیاوی ٹکوں کے عوض' جھوٹی انا کی تسکین کے لئے وقتی اور لحاتی اقتدار و وقار کے لئے اسے کھودے یا اس سے محروم رہ جائے تو میری ناقص رائے میں اس سے بڑا محروم القسمت شخص کوئی بھی نہیں۔

فرمایا۔ لہٰذا کسی بھی ساتھی کو اس خطرے کو محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جو وہ حاصل کرتا ہے۔ دوسرے کسی سلسلے کا کوئی بڑے سے بڑا آدمی اس میں سے ایک رتی بھی چھین سکے گا یا کسی برکت سے اس کو روک سکے گا یا کوئی رکاوٹ ڈال سکے گا یا کسی برکت کو اس سے روک سکے گا۔ یہ ممکن نہیں اصولا" یہ ممکن ہی نہیں ہے اور جو صوفی اہل اللہ واقعی صاحب حال ہوتا ہے وہ کسی کا حال سلب کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کی مدد کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ جو بہت طاقتور کمزور کے پاس بیٹھتا ہے تو از خود اس کا رنگ ڈھل جاتا ہے سلب ہو جاتا ہے لیکن نسبت اویسیہ میں یہ ہوتا ہے کہ باقی سارے سلاسل کی نسبتیں دریا ہیں وہ سمندر کو اپنے میں سمو نہیں سکتے۔

فرمایا۔ لیکن یہ ایسا بحر بے کراں ہے کہ اس کا مرکز صدیقؓ کی ذات ہے پھر کوئی دوسرا اس پائے کا اللہ کا بندہ اس وسعت کا امین یا ان منزلوں کا راہی کوئی بھی نظر نہیں آتا جو اس مرکز کا ثانی بنے۔ یہ پھر ہمیشہ وہیں سے تقسیم ہوتی رہتی ہے اور اس طرح تقسیم ہونے والی نسبت کو نسبت اویسیہ کہتے ہیں اس لئے اسے تمام سلاسل پر فوقیت حاصل ہے کسی بھی سلسلے کا کوئی فرد جسے سالک المجذوبی سے آگے بڑھنا نصیب ہو جائے عرش کے منازل میں قدم رکھے تو نسبت اویسیہ ہی اس کی دستگیری کرتی ہے اس سے آگے اسے یہی نسبت نصیب ہوتی ہے۔ تمام سلاسل میں آگے بڑھنے والے افراد اس نسبت کو پالیتے ہیں۔

جب اس نسبت کا ظہور ہوتا ہے تو دنیائے تصوف میں یہ ہی لوگ ہوتے ہیں جو تمام سلاسل کے لئے مرکز کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اس زمین پر جب اس کے حامل افراد اللہ کریم پیدا فرماتا ہے اور ان سے برکات تقسیم کرتا ہے شروع کرتا ہے تو اصول یہ بن

www.naqshbandiaowaisiah.com

جاتا ہے کہ روئے زمین پر جتنے سلاسل تصوف چل رہے ہوں وہ پھر ان کے مشائخ سے وصول کرتے ہیں۔ اپنا حصہ براہ راست پانے کے لئے کسی کے پاس وہ قوت نہیں رہ جاتی اور یوں یہ تمام سلاسل تصوف کا مرکز بن جاتا ہے۔

فرمایا۔ لیکن تبع تابعین سے لے کر حضرت جیؒ کی ذات گرامی تک یہ بزرگان دین کا تعامل کیوں نہیں رہا یہ ان کی مجبوری تھی اللہ کریم نے جتنا جتنا کام ان سے لینا تھا وہ لے لیا۔ اگر خدا نے کسی کو یہ توفیق اور یہ ہمت نہیں دی اور ان کا یہ احسان کیا کم ہے کہ انہیں اس دولت کو ضائع تو نہیں ہونے دیا اور وہ جو چند آدمیوں کو بھی یہ نعمت دیتے تھے جب باہر بات نکلتی تھی تو ان پر بے شمار فتوے لگتے تھے۔

فرمایا۔ صحابہؓ جانتے تھے کہ جسمانی قرب کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جب تک قرب معنوی حاصل نہ ہو۔ قلبی اور روحانی' باطنی تعلق جب تک مضبوط نہ ہو محض وجود کو مکۃ المکرمہ میں رکھنے سے یا مدینہ منورہ میں رکھنے سے بات نہیں بنتی۔

اللہ جل شانہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ان برکات کو بہت تھوڑے وقت میں روئے زمین پر پھیلا دیا۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک دوست اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور ان برکات کو زیادہ سے زیادہ قلوب تک پہنچائے۔ یہ راستہ بظاہر بہت مشکل بہت کٹھن' بہت دشوار ہے لیکن قلوب میں اگر اللہ کریم خلوص دے دے تو یہ آسان ترین راستہ ہے۔ بات صرف مقصد یا طلب کے تبدیل ہو جانے کی ہے۔ انسان دنیا میں رہتے ہوئے کسی طرح بھی دنیا کی طلب سے آزاد نہیں ہو سکتا تو اس کی تکمیل کے ذرائع کی طلب سے کیسے آزاد ہوگا۔ برکات نبوت کا کمال یہ ہے کہ رخ بدل جاتا ہے۔ دنیا کی طلب دوسرے درجے میں اور قرب الٰہی کی طلب اول درجے میں ہو جاتی ہے۔

قوت سلسلہ عالیہ

یہ نسبت اویسیہ امت محمدیہ میں برکات نبوتﷺ کا سمندر ہے۔ کسی بھی سلسلے میں سوائے خلیفہ مجاز اور صاحب مجاز کے کسی دوسرے کو کہو کہ وہ کسی آدمی کو ایک لطیفہ قلب ہی کرا دے اور وہ جو خلیفہ مجاز ہوگا وہ بھی ایک لطیفہ قلب کروانے کے لئے سالوں کا عرصہ لگوائے گا۔ بے شمار پابندیاں لگائے گا۔ اس سلسلہ عالیہ میں جو آج یہاں سے لطائف سیکھ کر جاتا ہے سارے گھر والوں کو بٹھا کر ذکر کرائے سب کے لطائف جاری ہو جائیں گے۔ نہ وہ صاحب مجاز ہے' نہ اسے کوئی منصب ملا ہے' نہ اس کے پاس کوئی مقامات ہیں۔ ایک دن' دو دن یا ایک رات رہا اور اس نے توجہ لی۔ اپنے لطائف پر ذکر کرتا ہوا گیا اسے کہو جا کر ہزار آدمیوں کو بٹھا کر توجہ دے سب کے لطائف جاری ہو جائیں گے۔

یہ جو بعض کتابوں میں ہمیں مل جاتا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں جگہ سے فیوضات حاصل کئے اور سلوک تمام کر دیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ ان کی وسعت سے واقف نہیں ہوتے۔ یہ تمام ہونے والا راستہ ہی نہیں۔ یہ ایک ایسی راہ ہے جو ابدالاباد تک چلتی ہے اور کبھی ختم نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ رسولﷺ کے درجات ہر آنے والی ساعت میں پہلے سے بلند ہو گئے۔ یعنی کہ کوئی انتہا نہیں ہے قرب الٰہی کا کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ جہاں آدمی پہنچے اور آگے رب جلیل تشریف فرما ہوں' نہیں اگر کروڑوں زندگیاں بھی نصیب ہوں اور انسان کروڑوں سفر بھی تیزی سے کرتا رہے سفر ہی کرتا رہے گا اور ان وسعتوں میں چلتا ہی رہے گا۔

کنزالطالبین

بقیہ صفحہ 11 سے آگے

مظالم کی جھلکیاں دکھا کر یہ احساس دلاتا ہے کہ جشن صلیب میں کسی طرح کی بھی شرکت غیرت ایمانی کے خلاف ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ان مظالم کی روشنی میں لوگوں کو حقائق سے آگاہ کریں اور انہیں ہزار سالہ صلیبی جشن کی تقریبات منعقد کرنے یا ان میں شریک ہونے سے روکیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جاپانیوں نے اڑھائی سو سال تک صلیبیوں کا اپنے ملک میں داخلہ بند رکھا اور یہی اڑھائی سو سالہ عہد امن و استحکام کے لحاظ سے جاپان کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا گیا ہے اور شاید تاریخ عالم میں کسی بھی ملک کو امن و استحکام کا اتنا طویل دور نصیب نہیں ہوا۔ اہل پاکستان کو بھی امن و استحکام اور خوشحالی و ترقی اسی صورت میں نصیب ہو سکتی ہے کہ اپنے آپ کو صلیبیوں سے آزاد کرائیں اور ایسی قیادت کا انتخاب کریں جو امریکہ کے بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والی ہو۔ شکریہ "بیدار ڈائجسٹ"

www.naqshbandiaowaisiah.com

عبرت

تحریر-ہارون الرشید

بیگم نصرت شہباز نے دراصل وہی بات کہی جو کبھی بیگم نصرت بھٹو نے بدیسی زبان اور بدیسی لہجے میں ارشاد کی تھی۔ اسی سے ملتا جلتا جملہ چودھری شجاعت کا دروازہ کھٹکھٹانے والوں پر کسا گیا جسے حسن نثار نے ایک محاورہ بنا دینے کی کوشش کی اور اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب رہے تھے۔

نصرت شہباز کہتی ہیں کہ وہ سلیوٹ کرنے والے ہاتھوں سے تلاشی کی تاب نہیں لا سکتیں۔ نصرت بھٹو نے کمال طنطنے سے فرمایا تھا (Bhottos are born to rule بھٹو خاندان کے بچے حکمرانی کے لئے پیدا ہوتے ہیں) چودھری شجاعت کے گھر کا گھیراؤ کرنے والے پولیس افسروں سے ان کے کارندے نے یہ کہا تھا۔ یہ کسی ماجو مصلی کا گھر نہیں ہے۔ ان لوگوں کو جنہیں قوت اور مہلت عطا کی جاتی ہے اور جو اپنے جیسے اللہ کے بندوں کو ریوڑ سمجھ کر ان کے والی بن بیٹھتے ہیں' مشرق اور اسلام کا لافانی شاعر بھکاری کہتا ہے۔

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ یہ آزمائش میں ڈالے گئے لوگ ہیں جن کے دل مردہ ہو جاتے ہیں اور جو یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے حاصل کیا ہے' وہ ان کے اپنے کمال اور ہنر کی پیداوار ہیں۔ اللہ کی کتاب آشکار کرتی ہے کہ یہ تفاوت ایک ... ہوتے ہیں اور آزمائش میں فوراً" ہی ہمت ہار کر واویلا کرنے لگتے ہیں۔ فرقان مجید تاریخ کے متکبر افراد اور اقوام کی کہانیاں کہتا ہے اور مسلسل دہراتا ہے کہ جلد باز اور ناشکرے انسان ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

خالد حنیف معلوم نہیں اب کہاں ہیں جب نواز شریف سے ان کی ملاقات ہوئی تو وہ محض زیر تربیت اسسٹنٹ کمشنر تھے مگر وزیراعلیٰ انہیں دوست کا درجہ دیتے تھے۔ اس کی ایک چھوٹی سی وجہ تھی وہ جنرل ضیاء الحق کے سگے بھانجے تھے۔

1988ء میں بینظیر وزیراعظم بنیں تو خالد حنیف او ایس ڈی بنا دیئے گئے' نواز شریف وزیراعظم بنے تو بھی او ایس ڈی رہے کہ وہ ان کے ماموں زاد بھائی اعجاز الحق سے ناخوش تھے۔ اس پہ طرہ کہ غلام حیدر وائیں 1985ء میں مسلم لیگ کو اقتدار سونپنے والے ضیاء الحق سے متعلق ہر چیز سے نفرت کرتے تھے۔ 1993ء میں نواز شریف کا اقتدار تمام ہوا اور بینظیر کو پھر سے حکومت مل گئی چنانچہ خالد حنیف کا امتحان جاری رہا۔ وہ بھی ایک ہی سر پھرے تھے اور کسی دروازے پر دستخط دینے کو آمادہ نہ ہوتے لیکن اعجاز الحق کی پھوپھی جب ان سے ملنے آتیں تو شکایت کرتیں۔

نواز شریف کے اقتدار کا دوسرا دور اعجاز الحق کے لئے اور بھی بھاری تھا کہ اب کی بار نواز شریف کو بھاری مینڈیٹ ملا تھا لیکن ان کے پھوپھی زاد کے لئے اچانک نجات کی ایک صورت نکل آئی۔ شہباز شریف سے اعجاز الحق کے بار بار رابطوں کے باوجود مدتوں خراب و خستہ ہونے کے بعد بالآخر وہ حافظ آباد کے ڈپٹی کمشنر بنا دیئے گئے اس لئے کہ صوبے کا نیا چیف سیکرٹری انہیں جانتا تھا۔ وہ ان کی دیانت اور صلاحیت کا معترف تھا۔

یہ 1999ء میں برسات کا موسم تھا جب نواز شریف فیصل آباد پنڈی بھٹیاں لنک روڈ کا افتتاح کرنے گئے۔ کسی عوامی مسئلے کا ذکر چھڑا اور ڈپٹی کمشنر کو طلب کرنے کی ضرورت پڑی تو بعض لوگوں نے ستائش کے انداز میں خالد حنیف کا حوالہ دیا اور وزیراعظم کو بتایا کہ وہ مرحوم جنرل کے بھانجے ہیں (وہ آدمی جس کے احسانات کا بوجھ شریف خاندان کی گردن پہ ہمیشہ رہے گا)

وزیراعظم نے اثبات میں سر ہلایا اور ڈپٹی کمشنر کو طلب کیا۔ راست مزاج آدمی سیدھا چلتا ہوا آیا اور ان سے شریف آدمیوں کی طرح وزیراعظم کو سلام کیا "السلام علیکم میاں صاحب مزاج کیسے ہیں؟" کچھ اس انداز میں جیسے گیارہ سو برس پہلے امام شافعی نے خلیفہ ہارون الرشید کی خیریت پوچھی تھی اور جلال شاہی کو ششدر کر دیا تھا۔ کچھ بانکے افسر نے قریب پڑی کرسیوں پر نگاہ کی ... ان میں سے

www.naqshbandiaowaisiah.com

مقتولین کے ورثاء متوجہ ہوں

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بمقام دار العرفان

منارہ ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمن الرحیمO ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ و من قتل مظلوما فقد جعلنا لو لیہ سلطنا فلا یسرف فی القتل۔ انہ کان منصوراO (الاسراء ۳۳)

قرآن حکیم اللہ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی جو اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ آخری رسول اور آخری نبی ہونے سے مراد یہ ہے ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر قیامت تک کے لئے مخلوقات کی رہنمائی کی تمام ضرورتیں پوری کردیں۔ کتاب کے آخری کتاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قیام قیامت تک جو مسئلہ بھی عالم انسانیت کو پیش آئے گا اس کا حل یہ کتاب پیش فرمائے گی۔

آخری نبی اور آخری کتاب کا یہ مقصد نہیں ہے کہ یہ قدیم ہو جائیں جدید مسائل کا احاطہ نہ کرسکیں دنیا بدل جائے' تبدیلیاں آجائیں' نئے مسائل پیدا ہو جائیں' اس کا جواب نہ اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو نہ اس کتاب کے پاس ہو اور لوگ آوارہ پھرتے رہیں یہ مراد نہیں ہے بلکہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آخری کتاب سے مراد یہ ہے کہ کسی نئی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آج جو موضوع سامنے آگیا ہے یہ قرآنکا ایک انقلابی اصول ہے اور فرمایا۔

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔

کسی انسان کو' کسی آدمی کو' کسی ذی نفس کو اس حال میں قتل نہ کیا جائے جب کہ اس کے قتل سے اللہ نے منع فرمایا ہو یعنی زندہ رہنے کا حق ہر انسان کا ہے سوائے اس کے کہ جس نے زندگی دی ہے وہ اس کی زندگی ختم کرنے کا حکم صادر فرمائے۔ شرعاً" کوئی واجب القتل ہو تو اس کے قتل کو بھی ہر آدمی اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔جو صاحب اقتدار و اختیار ہو' جو ادارہ ملک کا نظم و نسق چلا رہا ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے قتل کے انجام تک پہنچائے اور کوئی آدمی ناحق قتل نہ ہو۔

و من قتل مظلوما۔ جس کو ظلماً" قتل کیا گیا اور جو مظلوم ہو کر مارا گیا۔ فقد جعلنا لولیہ سلطانا"۔ اس کے ورثاء کو ہم ایک قوت دیتے ہیں اختیار دیتے ہیں طاقت دیتے ہیں کہ وہ ظالم سے قاتل سے اپنا بدلہ لے۔

فلا یسرف فی القتل اس لئے قتل کے معاملے میں جلد بازی نہ کی جائے انسانوں کو بلاوجہ قتل نہ کیا جائے۔ انہ کان منصورا۔ اس لئے کہ مقتول کے ورثاء بالاخر فتح یاب ہوں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ مقتول کے ورثاء کامیاب ہوں گے۔ اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔ وہ منصور ہوں گے۔

اس آیہ کریم کی روشنی میں جو پندرھویں پارے کے تیسرے رکوع کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیہ مبارکہ ہے اس کی روشنی میں آج کے حالات کو دیکھا جائے' قومی اور ملکی سطح پر انسانی خون ارزاں ہوگیا ہے اور ہمارا نظام عدل لوگوں کو جان کے تحفظ دینے سے قاصر ہوگیا ہے۔ جنہیں دوسروں کی حفاظت کرنی چاہئے انہیں اپنی حفاظت کی فکر لگی رہتی ہے اور سارے حفاظتی ادارے انکے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ اگر ارباب اقتدار و اختیار اپنی حفاظت کے لئے اتنے فکر مند ہیں' انہیں اپنی جان کا خطرہ ہے تو پھر عام آدمی جس کی حفاظت کی ذمہ داری ان

www.naqshbandiaowaisiah.com

پر آتی ہے اس کی حفاظت کون کرے گا اور اگر اس طرح قتل عام جاری رہا تو بالاخر مقتول کے ورثاء اللہ کی مدد سے ایسے حکمرانوں کا تختہ الٹ دیں گے' نظام بدل جائے گا' حکومتیں بدل جائیں گی جو انسانی جان کو تحفظ دینے کی اہلیت نہیں رکھتیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم جن حالات میں سریرائے خلافت ہوئے۔ وہ انتہائی کرب ناک انتہائی تشویش ناک حالات تھے۔ایک طرف تو مسلمان افواج چین کے دروازے پہ دستک دے رہی تھیں آدھے سے زیادہ امریکہ فتح کرچکی تھیں ہسپانیہ کے دروازے پہ دستک دے رہی تھیں شمال میں سارے وسطائی علاقوں کو فتح کرتی ہوئی سائبیریا کے دروازے پہ دستک دے رہی تھیں اور امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں بیٹھے اس سارے نظام کو چلارہے تھے۔چند شوریدہ سرباغیوں نے جس کا سرغنہ ایک یہودی تھا اور یہودیوں نے یہ سازش کی' امیرالمومنین کو شہید کیا جائے اب اتنی طاقت کا حکمران جو معلوم دنیا کی تین چوتھائی حصہ پر قابض ہو اور جس کے لاؤ لشکر کہیں تک پھیلے ہوئے ہوں آج کے حکمرانوں کی طرح اپنی حفاظت کے لئے بھی بڑے اعلیٰ اور بڑے منتخب دستے رکھ سکتا تھا اس کے دروازے پر بھی نامور جرنیل پہرہ دے سکتے تھے۔جب باغیوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر اعتراضات کئے تو صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے امیرالمومنین سے عرض کیا (تاریخ طبری میں باغیوں کے اعتراضات نقل ہیں) جو ہمارے بعض اچھا لکھنے والوں نے' نامور لکھنے والوں نے بعد میں بھی لکھے ہیں' لیکن ایک زیادتی کی ہے کہ اعتراضات لکھے ہیں جبکہ طبری نے امیرالمومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے جوابات بھی لکھے ہیں جب اعتراضات امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتماع فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور ایک ایک اعتراض کا شافی جواب عطا فرمایا۔ جس میں سرفہرست ایک اعتراض تھا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فلاں کو اتنا مال دیا فلاں کو اتنا مال دیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ یہ مال جو میں نے بخشا ہے یہ میرا ذاتی ہے' بیت المال کا نہیں ہے اور میں نے اپنی دولت میں سے لوگوں پر دولت بانٹی ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہستی ہیں کہ مدینہ منورہ میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وارد ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے' مدینہ جب یثرب سے مدینہ بنا۔ اس آبادی کو یثرب کہتے تھے۔ یثرب سے مراد ہوتا ہے منحوس کہہ لیں آپ۔ اسی لئے آج کل مدینہ منورہ کو یثرب کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یثرب کہنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے منحوس گردانا جاتا تھا کہ یہاں اس طرح کی ایک جھاڑی تھی اس پر اس طرح کی ایک مکھی ہوتی تھی کہ اس کے کاٹنے سے بڑا تیز بخار آتا تھا اور جو کوئی یہاں آتا اسے بخار گھیر لیتا اور وہ شہری آبادی جو لوگ یہاں مقیم تھے انہیں بھی یہ مصیبت ہمیشہ رہتی تو اسے یثرب کہا گیا۔ مصیبت کی جگہ منحوس جگہ تکلیف دہ جگہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری نے اسے یثرب سے مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنا دیا۔ دنیا بھر کی تکلیفوں کا خاتمہ ہونے لگا وہاں پہنچ کر ہر مرض کی شفا بن گیا جو علاقہ خود امراض کا گڑھ تھا۔

تو مدینہ منورہ میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وارد ہوئے تو ایک ہی کنواں تھا جس سے سارا مدینہ پانی پیتا تھا اور وہ کنواں یہودیوں کی ملکیت تھا۔ جسے چاہتے کبھی دیتے کبھی نہ دیتے کبھی قیمتاً" دیتے کبھی قیمتاً" بھی نہ دیتے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ کوئی ہے جو مجھ سے سودا کرے۔مسلمانوں کے لئے پانی کا یہ کنواں خرید کر وقف کردے اور اس کے بدلے مجھ سے جنت میں ایک چشمہ ایک کنواں اس سے اعلیٰ خرید لے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے جو یہود کے پاس تشریف لے گئے ان کی منہ مانگی قیمت دے کر آدھا کنواں دینے پر انہوں نے رضامندی کی انہوں نے آدھا ہی خرید لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا۔ کچھ عرصہ بعد یہود نے پورا بیچ دیا لالچی قوم ہے انہیں پتہ تھا کہ مسلمان تو پانی بند نہیں کریں گے لہٰذا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہم پیسے وصول کرلیں تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرا آدھا بھی خرید کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ میں پیش کردیا۔

جیش عسرتؓ کی تیاری میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے اعلان فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشرفیوں کا ایک ڈھیر اٹھاکر لائے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی گود میں انڈیل دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سے ان میں ہاتھ ڈالتے اس طرح انہیں گراتے اور فرماتے تھے کہ صرف یہ ایک کام عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنت کی ضمانت ہے اور زندگی بھر کچھ بھی نہ کرتے تو جنت کا مستحق ہے جنت میں نے اسے بیچ دی جنت میں میں نے اسے جگہ عطا کردی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا باغیوں نے محاصرہ کرلیا اور کم و بیش چالیس دن کے قریب بیتیس اڑتیس انتالیس دن (مختلف روایات کے مطابق محاصرہ رہا جس میں پانی کا ایک قطرہ بھی اندر نہ جانے دیا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جھروکے میں کھڑا ہو کر باغیوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ ظالمو! جس شہر کا سارا پانی میں نے خرید کر وقف کردیا اور چرند پرند انسان حیوان ساری اللہ کی مخلوق پی رہی ہے وہ پانی بھی تم نے میرے لئے بند کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے حفاظتی دستے بلالیں تاکہ باغیوں کو گرفتار کرکے انہیں سزا دی جائے۔

حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا ارشاد ہے اتقوا فراسه المومن فانه ينظر بنورالله تعالى او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف فرما تھے تو ایک آدمی ملنے آیا اور اس نے راستے میں کسی غیر محرم عورت پر نظر ڈالی اورر اس کی نیت خراب ہوئی تو جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس حال میں آتے ہیں کہ ان کی نگاہوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے تو اس شخص نے کہا کیا وحی باقی ہے کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے بعد بھی یہ چیزیں لوگوں پر آتی ہیں؟ فرمایا نہیں، وحی باقی نہیں ہے فراست مومن باقی ہے۔

اس دوربین نگاہ نے یہ دیکھا کہ آج اگر ان باغیوں کو قتل کیا گیا لوگ ان کے جرائم بھول جائیں گے اور کہا یہ جائے گا کہ خلافت راشدہ کے امیر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین، اگر کوئی آواز بلند کرتا، کوئی اپنے حق کا مطالبہ کرتا تو اسے قتل کرادیتے تھے اور یہ ایک پلیٹ فارم بن جائے گا جو اسلام کے خلاف استعمال ہوگا۔ کتنا مشکل ہے کہ ایک آدمی کے پاس اتنی طاقت ہو اور بارہ تیرہ چودہ سو باغی اسے گھیر لیں جس کے لاکھوں جانثار روئے زمین پر داد جرأت دے رہے ہوں حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازے پر پہرے دار کھڑا کیا تھا ننگی تلواریں دے کر کہ بیٹا جان دے دینا کسی کو اندر داخل نہ ہونے دینا۔ بڑا زور لگایا گیا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ آپ ان سے لڑیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لڑائی حرام ہے میں یہاں قتل و غارت گری نہیں کرسکتا۔ عرض کیا گیا کہ مدینہ سے باہر تشریف لے جائیں حرم سے باہر نکل جائیں تو ان کا جواب تھا کہ میری عمر چوراسی برس ہوگئی ہے میں ایک ایک لمحہ جیا ہوں اس سبز گنبد کے لئے، اس ارض حرم کے لئے، مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اگر موت قریب آگئی ہے تو میں مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دوں؟ میں یہیں جان دوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں مانے۔

میرا ذاتی تجزیہ یہ ہے کہ جو ظلم کربلائے معلیٰ میں ہوا خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو اتنا غلط رنگ میں استعمال کیا گیا اسلام کے خلاف اور مستقل ایک فرقے کی بنیاد رکھ دی گئی اسی حادثے پر۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغیوں کو وہاں قتل کرادیتے تو کربلا سے پہلے کسی فرقے کی بنیاد اس حادثے پہ رکھی جاچکی ہوتی۔ یہ انکی بصارت تھی کہ اتنی بڑی قربانی دی باغیوں نے دیواریں پھلانگ کر شہید کردیا۔ اس افراتفری میں حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو اکابرین نے سریرائے خلافت کیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات سنبھالے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے گورنر تھے اور وارث تھے عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے او۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے خون کا دعویٰ کیا قاتلان کو جو بارہ چودہ سو کا گروہ ہے سب کو قتل کیا جائے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کا مسلک یہ تھا کہ بارہ چودہ سو باغی تو ہیں لیکن قاتل تو سارے نہیں ہیں جب تک قاتل ثابت نہ ہو قاتل کو قتل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کا جرم الگ ہے بغاوت کا ہے قتل کا تو نہیں۔ تاریخ مسخ کرنے والوں نے اسے خلافت کا جھگڑا بنا دیا۔ حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کوئی خلافت کا جھگڑا نہ تھا نہ رہا۔ حضرت امیر معاویہ کو گورنر بنایا تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کا' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحال رکھا' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحال رکھا۔ بیس سال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گورنر رہے شام کے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت انکے سپرد کردی اور بیس سال امیر المومنین رہے سارے عالم اسلام کے۔ جب یہ باتیں چل رہی تھیں تو ایک صحابی نے جس کا اسم گرامی اس وقت میرے حافظے میں نہیں ہے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن امیر المومنین ہوگا اور عالم اسلام کا سربراہ ہوگا انہوں نے فرمایا تم کیسے یہ بات کرسکتے ہو انہوں نے فرمایا قرآن میں لکھا ہے۔ قرآن میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت و خلافت کہاں لکھی ہے فرمایا اس آیتہ کریمہ کو پڑھو۔

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ کسی کو قتل نہ کرو جس کے قتل سے اللہ نے روکا ہو اور قتل اگر کرو تو حق پر کرو۔ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطنا فلا یسرف فی القتل۔ مقتول کے ورثا کے لئے اللہ نے تائید اور حمایت کا دعویٰ کیا ہے انه کان منصوراO وہ ان کی مدد کرے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارث ہیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 'اللہ ان کی مدد کرے گا اور تم دیکھنا عالم اسلام کا اقتدار ان کے پاس ہوگا اور وہی ہوا۔

یہ اصول ہے اگر حکومت اور حکمران عام آدمی کی جان کا تحفظ اس کے مال اور اس کی آبرو کا تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہے تو ایسا انقلاب آئے گا جو کسی نواب زادہ نصر اللہ کو نہیں' کسی حامد ناصر چٹھہ کو نہیں' کسی منظور وٹو کو نہیں' کسی بے نظیر کو نہیں' مقتولین کے ورثاء کو طاقت ور بنا دے گا اور حکومت ان مفلسوں کی ہوگی ان غریبوں کی ہوگی ان فقیروں کی ہوگی جو ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ یہ قرآن کا اصول ہے اور قرآن حکیم ان مظلوموں کی اور اللہ کریم ان مظلوموں کی مدد کی خبر دے رہا ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ کے فیصلے جو ہیں انکے نافذ ہونے کا جو وقت ہوتا ہے وہ کسی کو بتاتا نہیں ہے اس نے نصرت کا وعدہ فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر کو فتح فرمائیں گے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تابع ہوگا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت فرمانا پڑی اور ہجرت کے کتنے سال بعد جاکر مکہ مکرمہ فتح ہوا وقت متعین نہیں فرمایا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ بارالہا میں ساری کوششیں کرچکا ہوں فرعون بات نہیں مانتا اسے تباہ کردے۔فرمایا! یہ تباہ ہوجائے گا لیکن وقت نہیں بتایا۔بڑی دیر مقابلہ ہوتا رہا اور بڑی دیر بعد جاکر ہر چیز ملیامیٹ ہوگئی اور وہی ایوان ہائے سلطنت اور وہی ملک اور وہی مملکت موسیٰ علیہ السلام کے قدموں میں تھی وقت کوئی متعین نہیں کرسکتا یہ وہ خود جانتا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ نہ صرف ملک میں بلکہ روئے زمین پر اس وقت ظلما" قتل ہونے والے مسلمان ہیں۔ تاخیر کی ایک وجہ بھی ہے تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ہماری سیاسی قیادت اس خون کو بیچ کر اپنے لئے اقتدار اور محلات چاہتی ہے مقتولوں کے لئے انصاف نہیں چاہتی موجودہ اپوزیشن قیادت آج ہم سے خفا ہے۔ مجھ سے بڑے ناراض ہیں اپوزیشن نے ریلی کی میں اس میں نہیں گیا الاخوان اس میں نہیں گئی۔

ہم اس وجہ سے نہیں گئے کہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہم نے انہیں ان کی آل پارٹیز کانفرنس میں یہ بات پیش کی تھی کہ آپ ہمیں ایجنڈا دیں اگر یہ حکومت جائے گی تو آپ مالی معاملات کس طرح چلائیں گے' آپ عدلیہ میں کیا تبدیلیاں لائیں گے' آپ تعلیم میں کون سی تبدیلیاں لائیں گے اور اس سیاسی نظام میں جو خرابیاں ہیں وہ کیسے دور کریں گے۔ یہ چار باتوں کا جواب دیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں وہ باتیں ہمارے پاس لکھی ہوئی موجود ہونی چاہئیں کہ جو نئی حکومت آئے گی وہ یہ کام کرے گی ہم حق کے لئے آپ کا ساتھ دینے کو تیار رہیں۔ محض کسی حکومت کی تبدیلی میں ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ایک ظالم کی جگہ دوسرا ظالم آجائے اور اس کی جگہ تیسرا ظالم آجائے۔ اس ایکسر سائز میں ہم شامل نہیں ہوں گے۔ کسی نے جواب نہیں دیا کسی کے پاس ایجنڈا ہے نہیں' کسی کے پاس کوئی پروگرام ہے نہیں' ہاں! مظلوموں کی آبرو کو غریبوں کی مفلسی کو اور مقتولوں اور شہیدوں کے خون کو کیش کرا کے اپنے لئے اقتدار چاہتے ہیں' اس کوشش میں کم از کم الاخوان شریک نہیں ہوگی۔ ہم دیہات سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ بات میں نے اس آل پارٹی کانفرنس میں بھی عرض کی تھی کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں' ہم غریب لوگ ہیں' ہم ابھی تک بیلوں سے ہل چلانے والے اور ہاتھوں سے مزدوری کرنے والے لوگ ہیں' ہم دن بھر چارہ کاٹتے اور جانوروں کے آگے ڈالنے والے لوگ ہیں' ہم کسی اقتدار کے طالب نہیں۔ انصاف کے طالب ہیں۔ حق کے طالب ہیں۔ روئے زمین پر اگر خون مسلم پانی کی طرح ارزاں ہے تو یاد رکھیں کہ جب بھی کبھی اس خون کے وارثوں کو خیال آگیا خون کا بدلہ لینے کا' جب کبھی یہ مظلوم جاگ اٹھے' جب کبھی ان مقتولوں کے ورثاء جاگ اٹھے تو اس طوفان کو کوئی نہیں روک سکے گا اس لئے کہ اس کے ساتھ اللہ کی طاقت ہوتی ہے۔ اور انشاء اللہ روئے زمین پر ایسا انقلاب آئے گا کہ ظالموں کو ایک ایک قطرہ خون کا حساب دینا پڑ جائے گا کیسا عجیب ظلم ہے۔

ارباب اختیار وہ خواہ اپوزیشن میں ہوں خواہ وہ اقتدار میں ہوں یہاں ایک خاندان ہے ایک طبقہ ہے طبقہ نہیں اب ایک خاندان ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں حکمرانوں کا ایک خاندان بن گیا ہے' ایک فیملی بن گئی ہے۔ سب نے ایک دوسرے کو رشتے دیئے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوگئے ہیں اب یہ ایک خاندان ہے جو اس بات پہ جھگڑتا رہتا ہے کہ تم نے اتنی موج کرلی اب میری باری ہے وہ کہتا ہے تم نے اتنے سال لگا لئے اب میری باری ہے لیکن مظلوم اس ظلم کا شکار رہتا ہے۔ پیپلزپارٹی کی حکومت ہوتی ہے تو ظلم ہوتا ہے' مسلم لیگ کی حکومت ہوتی ہے تو ظلم بدستور رہتا ہے' لوٹ مار بدستور رہتی ہے اور کوئی آجائے گا تو پھر وہی حال ہوگا تو تبدیلی سے عام آدمی کو کیا فائدہ اور کیا غرض اور کیوں اس میں حصے دار بنے۔ اتنی ہی فرصت امریکہ کے پاس بھی ہے اتنی ہی فرصت عالمی غنڈوں اور عالمی طاقتوں کے پاس بھی ہے جتنی دیر یہ غریب یہ مفلس اور مقتول کے وارث' ظلما" بننے والے خون کے ورثاء جب تک جاگ نہیں جاتے تب تک ان کے پاس فرصت ہے۔ جب عام آدمی جو ظلم کا شکار ہے اس کے ورثاء' مقتول کے ورثاء' بننے والے خون کے ورثاء' کارگل کے شہیدوں کے ورثاء' کشمیر میں شہید ہونے والے شہداء کے ورثاء' یہ سڑکوں پہ اور پولیس کے ہاتھوں مارے جانے والے لوگوں کے ورثاء' راستوں پہ عدالتوں اور گھروں میں ظلما" قتل ہونے والے لوگوں کے ورثاء جس دن بھی جاگ گئے' جس دن بھی مطالبہ لے کر کھڑے ہوگئے دنیا کی کوئی طاقت ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گی۔ اس لئے کہ انکے ساتھ اللہ کی طاقت ہے۔ ہم تو حکمرانوں سے بھی کہتے ہیں میں نے رات بھی وزیراعظم کو ایک خط فیکس کیا ہے کہ خدا کا خوف کرو ابھی فرصت ہے' تمہارے پاس ابھی وقت ہے' ابھی توبہ کرلو انصاف مہیا کرو' عام آدمی کو جان مال آبرو کا تحفظ دو عام آدمی کو۔ مالی معاملات میں صرف اپنے گھر نہ بھرو او تمہارے پیٹ دوزخ بن گئے ہیں کہ وہ بھرتے ہی نہیں۔ تم جب بات کرتے ہو اپنے اربوں کی کرتے ہو اربوں اور کھربوں کے مالک بننے کے بعد بھی تمہاری تسلی نہیں ہوتی' جس غریب کے پاس شام کے لئے ایک سیر ڈیڑھ سیر آٹا نہیں کہ بچوں کو روکھی روٹی کھلا سکے اس کی بات نہیں کرتے ہو اور تم اپنے اربوں کو کھربوں میں تبدیل کرنے میں لگے ہوئے ہو

www.naqshbandiaowaisiah.com

اتنی دولت اٹھا کر کہاں لے جاؤ گے وہ بڑا بے نیاز ہے۔

قارون کے پاس سونے کی اشرفیوں کا اور سونے کی سلوں کا اور ڈلوں کا اور سونے کی اینٹوں کا اتنا بڑا خزانہ تھا کہ صرف چابیاں اٹھانے کے لئے ایک الگ محکمہ تھا جس کے تیس چالیس بندے صرف چابیاں اٹھائے اٹھائے پھرتے تھے چابی کا کتنا وزن ہوتا ہے ایک تالے کی چابی کتنی ہوتی ہے تو کنجی برداروں کا الگ شعبہ ایک محکمہ تھا جس میں بڑے بڑے پہلوان نما لوگ تھے جو چابیوں کے گٹھڑ اٹھائے پھرتے تھے اتنا وسیع خزانہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ زکواۃ دو اڑھائی فیصد تمہارے مال میں غریبوں کا ہے' بے کسوں کا ہے جو بھوکے سو رہے ہیں ان کا ہے اس نے کہا کہ جی میں نے تو اپنی محنت سے' اپنی عقل سے' اپنی جفاکشی اور کاروبار سے' تجارت سے پیسہ کمایا ہے مجھے کسی نے دیا ہے کہ میں کسی کو دوں۔ میں نہیں دوں گا۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ حکم دو زمین کو اسے نگل لے گی اگر یہ زکواۃ سے انکار کرتا رہے گا زمین میں دھنس جائے گا انہوں نے زمین کو حکم دیا زمین نے نگلنا شروع کردیا اس نے دیکھا جب کمر کمر تک دھنس گیا تو اس نے کہا مجھے معلوم ہے کہ میرا خزانہ چھیننے کے لئے میرے ساتھ یہ ہو رہا ہے آپ علیہ الصلواۃ والسلام نے دعا کی اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے زمین سمیت سارا خزانہ کھود کر اس کے سر پر لاد دیا اور سارے خزانے سمیت غرق ہوگیا

شاعر نے کہا تھا نا کہ "جو پھول بھی زمین سے نکلتا ہے زر بکف ہوتا ہے" مجھے وہ پہلا مصرع یاد نہیں مفہوم اس کا یہی ہے کہ زمین سے جو پھول آتا ہے اس کی ہتھیلی پہ سونا ہوتا ہے وہ چھوٹے چھوٹے پیلے ذرات ہوتے ہیں نا پھولوں میں تو اس نے کہا کہ ہر پھول پہ سونا لگا ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا اور میدان حشر میں اس خزانے سمیت حاضر ہوگا۔

ارشاد ہے قرآن میں کہ وہ دولت بڑے بڑے اژدھا بن جائے گی اور اس دولت مند کو کاٹ کاٹ کر کھائے گی اس دولت کو گرم کردیا جائے گا آگ کے انگاروں' دوزخ کے انگاروں کی طرح اور اسے اس کے جسموں کو داغا جائے گا۔

آج کے ہوس کے پجاری' آج کے دولت جمع کرنے والے حکمران اور ارباب اختیار' کیا قرآن نے جو یہ واقعہ بیان کیا ہے اس سے سبق حاصل نہیں کرسکتے۔ اگر نہیں کریں گے تو توبہ کا ایک وقت ہوتا ہے۔

فرعون کہتا رہا انا ربکم الاعلی۔ اگر کوئی اور خدا ہے بھی تو مجھ سے چھوٹا ہوگا۔ میں سب سے بڑا خدا ہوں لیکن جب سارا لشکر غرق دریا ہوگیا اور فرعون کو خود غوطے آئے تو ہاتھ پاؤں مار کر سمندر کے پانی سے سر اٹھایا اور چیخ کر کہا امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب کو مانتا ہوں۔ اللہ کریم نے حکم دیا جبرائیل امین کو کہ اس کے منہ پر کیچڑ تھوپ دو فرمایا الئن و قد عصیت قبل کنت من المفسدین جب میں منواتا رہا میرا نبی علیہ السلام منواتا رہا تب تم انکار کرتے رہے اب تم مانتے ہو میں نہیں مانتا ہوں توبہ کا بھی ایک وقت ہوتا ہے جب گزر جاتا ہے پھر توبہ کرنے پر بھی نصیب نہیں ہوتی وہ بے نیاز نہیں مانتا۔

ہر بندے کو یہ سوچنا چاہئے آج اگر میں خدانخواستہ بغاوت کر رہا ہوں' میں انکار کر رہا ہوں اس کی اطاعت سے' تو کل وہ بے نیاز بھی میری توبہ قبول کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔ جسے حکومت مل جائے' اقتدار مل جائے' اختیار مل جائے اسے اپنی حدود کا علم ہونا چاہئے اور قرآن حکیم کی یہ آیۂ کریمہ بتا رہی ہے کہ مظلوم جس دن میدان میں اتریں گے۔ عام آدمی جو مقتولوں کا وارث ہے جب وہ میدان میں اترے گا' اس کے ساتھ اللہ کی طاقت ہوگی جو ہوس اقتدار میں لڑ رہے ہیں وہ لڑتے رہیں وہ کامیاب ہوں گے تو بھی ظلم کریں گے ناکام ہوں گے تو بھی لوگوں کو مروائیں گے عام آدمی کو مروائیں گے۔ آج تک کسی سیاسی جلوس پر لاٹھی چارج ہوا تو کوئی سیاست دان زخمی نہیں ہوا گولی چلی تو کوئی سیاست دان مرا نہیں' لاٹھی بھی غریب کے سر میں پڑتی ہے گولی بھی غریب کا سینہ تلاش کرتی ہے جو قیادت کر رہے ہوتے ہیں جو جلوس مرتب کرتے ہیں جو

آگے لگے ہوئے ہوتے ہیں ان کو کوئی گولی کیوں نہیں لگتی ان پر پولیس کی لاٹھی کیوں نہیں پڑتی اس لئے کہ یہ سارے ایک ہی چیز ہیں وہ اپوزیشن کے پلیٹ فارم سے آئیں یا حکومت کے پلیٹ فارم سے ایک ہی خاندان کے افراد ہیں اور ہم مظلوموں کے خون کے وارث ہیں ہم مظلوموں کے ساتھ ہیں ہم مظلوموں میں سے ہیں ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے وطن عزیز پر جانیں نچھاور کیں۔ ہمارے تو بھائی بیٹے چچا ماموں شہید ہوئے۔ ان حکمرانوں کا کون شہید ہوا پاکستان کی جنگوں میں۔ ان بڑوں بڑوں کا کون مارا گیا؟۔ انہوں نے قوم کو دیا کیا ہے؟ ہم تو وہ لوگ ہیں جن کی خواتین نے مرنے والوں کی یاد میں عمریں بسر کردیں جب کہ ہمارے قبرستانوں میں ان کی قبریں تک نہیں ہیں۔ ہم انہیں کمزور نظر آتے ہیں لیکن ہمارے ساتھ اللہ کی طاقت ہے اور ہم الاخوان انہی مظلوموں کو مقتولین کے ورثاء کو اور مظلوم بچیوں کے ورثاء کو ان کی اہمیت کا احساس دلانے کا کام کررہے ہیں اور ایک وقت آئے گا انشاء اللہ اور وہ وقت قریب ہے کہ جب یہ مظلوم اٹھیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت ارباب اختیار کو پناہ نہیں دے سکے گی۔ اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ارباب اختیار ہی اللہ کے حضور توبہ کرلیں تو ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا حقوق کا ہے' جھگڑا انصاف کا ہے' جھگڑا عدل کا ہے جھگڑا مظلوم پر سے ظلم کو ہٹانے کا ہے' حکومت اور اقتدار اور اختیار کا نہیں ہے۔

ان کے پاس جو حکومت ہے اس کی حیثیت یہ ہے کہ ان کے دروازے پر جو پہرے دار کھڑا ہوتا ہے وہ بھی دل ہی دل میں انہیں کوس رہا ہوتا ہے اور گالیاں دے رہا ہوتا ہے۔ پولیس کا جو سپاہی ان کی حفاظت کے لئے سڑک پر کھڑا ہوتا ہے وہ سارا دن انہیں صلواتیں سناتا ہے ہمارے ساتھ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے کسی حصے میں بھی ہوں تو ہمارے لئے دعا کرتے ہیں ہم پر لعنتیں نہیں برساتے بڑا فاصلہ ہے ان دو آدمیوں میں۔ ایک وہ ہے جو مجبور ہیں اور جبر کے تحت تمہارے ساتھ بندھے ہوئے ہیں ایک وہ جو خلوص اور محبت اور اللہ اور للہیت کے رشتے میں پیوست ہیں۔ اس طرح کے لوگ جب یکجا ہو کر نکلتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھاگنے والا نہیں ہوتا' جبکہ تمہارے لاؤ ولشکر بھاگنے والے اور اپنی اپنی جان بچانے والے لوگ ہیں۔

لہٰذا اپوزیشن کے سوالوں کا جواب بھی میری انہی چند گزارشات میں ہے اپوزیشن کو بڑی شکایت ہے کہ الاخوان نے لاہور کی ریلی میں شرکت نہیں کی۔ الاخوان آئندہ بھی کسی بے مقصد ریلی میں شرکت نہیں کرے گی جہاں حق کی بات نہ ہو انصاف کی بات نہ ہو مظلوم کی بات نہو' عام آدمی کے فائدے کی بات نہ ہو اس ریلی پر خاک ڈالی جائے یہ کروڑوں روپے جو تم اجتماعات پر لٹا رہے ہو تم ہی غریبوں کو دے دو' لیکن وہ غریب آدمی کی لاش کو زینہ بنا کر اقتدار پر جانا چاہتا ہے' مقتولوں کی لاشوں کو زینے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے اب انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا مظلوم بیدار ہوں گے ان کے ورثاء بیدار ہوں گے مقتولین اور شہداء کے ورثاء بیدار ہوں گے۔

یار پچاس سال سے تو لوگ آزاد کشمیر میں جانیں دے رہے ہیں گزشتہ دس بارہ سال سے افغانستان میں جانیں دے رہیں ہیں' نواز شریف کا رشتہ دار کون گیا' نصراللہ خان کا رشتہ دار کون گیا حامد ناصر چٹھہ کے کتنے لوگ گئے' کون ان کا بیٹا بھتیجا بھائی کس کے گھر تار آئی کہ تیرا بیٹا شہید ہوگیا۔ یہ مرنے کے لئے ہم ہیں اور مزے کرنے کے لئے یہ ہیں۔ اس معاملے میں ہم کسی کے آلہ کار نہیں بنیں گے۔ انشاء اللہ العزیز اور وقت قریب ہے انشاء اللہ جب ایسی عدالتیں لگیں گی جو سرمیدان ہوں گی اور حکومت اور اپوزیشن کے ان سارے نامور لوگوں کو جہاں جواب دہی کے لئے آنا پڑے گا اور ان کے ساتھ بھی انصاف ہوگا۔ ظلم نہیں ہوگا۔ لیکن ظالم کو انصاف بھی بڑا مہنگا پڑتا ہے۔ اس لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ ہماری گزارش تو یہ ہے کہ ارباب اختیار ہی توبہ کرلیں نہیں کریں گے تو اپنا انجام بھگت لیں گے انشاء اللہ اور دنیا دیکھے گی کہ ظلم کا انجام کیا ہوتا ہے اس لئے کہ مظلوم کے ورثاء کو اللہ کی تائید حاصل ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

مجلس ذکر (۵)

تحریر پروفیسر عبدالرزاق

تصوف و سلوک کی تعلیم و تربیت کے بنیادی اسباق یعنی لطائف کا تفصیلی بیان ہو چکا۔ اور یہ واضح ہو چکا کہ لطائف کے منور ہونے یا جاری ہونے یا راسخ ہونے سے سالک کی عملی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ قلب کو تعلق مع اللہ پیدا ہونے اور اس کے اندر اتباع سنت کا جذبہ کامل پیدا ہونے سے اس کے شخصی حالات اس کے اخلاق اور معاشرے میں رہ کر دوسروں سے اس کے معاملات پر کیا اثر پڑتا ہے۔

اس کا نصب العین آخرت کی فوز و فلاح بن جاتا ہے اور اس کے حصول کے لئے دنیا اور سامان دنیا جو ذریعہ کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی قدر و قیمت اس پر واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر مخلوق کی خیر خواہی کا جذبہ اس حد تک پیدا ہو جاتا ہے کہ مخلوق کو ایذا دینا تو ایک طرف مخلوق کے ایذا کے تصور سے بھی اس کی روح کانپتی ہے۔ لہٰذا اس تفصیل سے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ سماجی برائیوں کے قلع قمع کے لئے جو احساس پیدا ہو رہا ہے جو تحریکیں چل رہی ہیں اور "معاشرتی برائیوں کی اصلاح" کے نام سے محکمے کھڑے کر کے جو قوت، وقت اور مال کی قربانی کی جارہی ہے۔ اگر اس کی جگہ امت مسلمہ کے افراد کو تصوف و سلوک میں تربیت دے کر یہ لطائف ہی کرا دیئے جائیں تو تمام سماجی برائیوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے اور انسانیت کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہو سکتا ہے۔

لطائف کے بعد مراقبات کی تربیت کی جاتی ہے اور مراقبات ثلاثہ یکے بعد دیگرے کرائے جاتے ہیں۔

مراقبہ کے لفظی معنی انتظار، نگہبانی اور حفاظت کے ہیں۔ یعنی سالک پورے حضور قلب سے اس بات کے انتظار میں بیٹھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت، رحمت، فیض اور انوار اس کے قلب میں جاگزیں ہونے لگیں اس کے لئے پوری طرح متوجہ اور یکسو ہونا لازمی ہے۔ تاکہ اس کا قلب منبع ہدایت اپنی ذات کے لئے اور دوسروں کے لئے بن جائے اور اللہ کی رحمت سے اس کا وجود اور اس کی ذات مخلوق یزدانی اور انوار رحمانی اس کے ظاہر و باطن کو سنوار دیں۔

نگہبانی اس بات کی کہ کوئی جذبہ اور خیال اس کی توجہ کو اللہ کی طرف سے نہ ہٹا سکے اور حفاظت اس دولت کی جو لطائف کی صورت میں حاصل ہو چکی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی نگہداشت اور حفاظت ہونے لگتی ہے وہ شیاطین الانس والجن سے اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

اصطلاح تصوف میں مراقبہ کی حقیقت مولانا تھانویؒ کے الفاظ میں یہ ہے۔

"کسی مضمون کا دل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود وقت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اس کے مقتضی پر عمل ہونے لگے۔ تصور رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ جو اعمال مقصودہ قلب میں سے ہے۔"

اس حدیث میں اس کا امر ہے۔

عن ابن عمر قال اخذ رسول ﷺ بمنکبی و قال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل اخرجه البخاری والترمذی زاد وعد نفسک من اهل القبور

یعنی ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا۔ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے بلکہ گویا راہ میں گزر رہا ہے ..... اور اپنے کو اہل قبور میں شمار کر۔

"اہل قبور میں اپنے آپ کو شمار کرنا عمل قلب ہے۔ اور اس پر اثر جو مرتب ہوتا ہے وہ محبت دنیا کو کم کر دیتا ہے اور انقیاد و تفویض کا غالب ہو جاتا ہے۔"

التکشف میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

"ذات و صفات حق تعالیٰ یا کسی مضمون خاص کی طرف تدبر تام سے متوجہ ہونا اور اس کا تصور قلب میں مواظبت کے ساتھ جمانا مراقبہ کہلاتا ہے۔"

یہ حقیقت ایک حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔

عن ابن عباس قال قال ابوبکر یا رسول اللہ قد شبت قال شیبتنی ھود والواقعہ اخرجہ الترمذی

"یعنی حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بوڑھے ہوگئے۔ فرمایا مجھے سورۃ ھود اور سورۃ واقعہ نے بوڑھا کردیا۔"

"ظاہر ہے کہ یہ اثر خشیت کا کہ جوان سے بوڑھا کردے موقوف ہے، تفکر دائم اور تدبر قوی پر۔ اس حدیث سے عمل مراقبہ کا ثبوت ظاہر ہوتا ہے۔"

مراقبہ کی اصطلاح کی حقیقت معلوم کرنے کے بعد ہم اپنے پہلے سبق یعنی "مراقبہ احدیت" کی طرف آتے ہیں۔ اس مراقبہ کے وقت اور اس کے دوران زبان قلب یا زبان ظاہر سے چند الفاظ کہے جاتے ہیں۔ پہلا یہ ہے "فیض اللہ" یعنی اللہ جل جلالہ کی طرف سے فیض کے آنے کے انتظار میں بیٹھ گیا ہوں مگر ہر لین دین میں دونوں طرف کوئی غرض پوشیدہ ہوتی ہے اور دونوں طرف کسی قسم کی احتیاج پائی جاتی ہے تو سائل کا محتاج ہونا تو ظاہر ہے مگر دینے والے کو بھی کوئی احتیاج ہے تو دوسرا لفظ "منزہ" یعنی وہ تو ہر قسم کی احتیاج ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ مگر وہ دینے والا کون ہے اور کیسا ہے۔ تو تیسرا لفظ ہوتا ہے "بے چون و بے چگون" یعنی تم اسے کیا دیکھو گے وہ تو ایسی ذات ہے کہ اس کی کوئی مثال بھی تصور میں نہیں آسکتی اس نے پیکر تراشی کا خیال بھی نہ کرو۔ درست! مگر جب وہ ایسا ہے تو میرا اس کے ساتھ تعلق کیا ہے۔ پھر الفاظ آتے ہیں والھکم کہ وہ معبود ہے اور تو عبد ہے اور معبود اس لئے ہے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ہے۔ اور تیرا معبود نہیں سب کا معبود ہے۔ مگر دیکھنا انسان عبادت کے رشتے جوڑنے میں دھوکا بھی کھا جاتا ہے اس لئے کہنا الہ واحد کہ معبود صرف وہی ہے اور کوئی معبود نہیں۔ جب یہ بات سمجھ چکے کہ صرف وہی ایک معبود ہے تو کہو وحدہ اب تک تم غائبانہ باتیں کرتے رہے لو اب تم اپنے معبود کو مخاطب کرکے براہ راست اس سے کلام کرو۔

کانک تراہ جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔

اور کہو

لاشریک لک یا اللہ

کہ اے میرے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ یہاں تم نے لاشریک لک فی العبادۃ نہیں کہا بلکہ مطلق لاشریک لک کہا تو تمہیں یقین کرلینا چاہئے کہ عبادت میں کوئی تیرا شریک نہیں۔ تخلیق کائنات میں تو لاشریک ہے۔ ترزیق کائنات میں کوئی تیرا ساجھی نہیں تدبیر کائنات میں کسی کے مشورے کا محتاج نہیں اب اس تصور میں گم ہو جاؤ تاکہ اس کے مقتضی پر عمل ہونے لگے۔

اس کا مقتضی کیا ہے؟ یہی کہ میری عملی زندگی میں عبادت صرف تیری ہوگی یعنی صرف تیری بات مانوں گا۔ یا اس کی بات مانوں گا۔ جو تیری بات کہے کیونکہ بات تو تیری ہوگی وہ تو صرف پہنچانے والا ہوگا۔ پہنچانے والے کا شکر گزار ہوں گا۔ کیونکہ اس نے تیری بات پہنچائی۔ اور مجھ نالائق کو پہنچائی۔ اس کا احسان مانوں گا۔ پھر تخلیق میں جب تو لاشریک ہے تو جسے تو چاہے پیدا کرے کون اس میں دخل دینے والا ہے تو نے بتادیا

یخلق مایشاء یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور اویز و جھم ذکرانا و اناثا و یجعل من یشاء عقیما۔(42: 50)

یعنی تو جو چاہے دیتا ہے چاہے بچی دے چاہے کسی کو بچہ دے چاہے جڑواں دے دے چاہے کسی کو بانجھ کردے جب تخلیق میں تیرا کوئی شریک نہیں تو اس پہلو پر تیرا جو فیصلہ ہو میں اس پر راضی ہوں خوش ہوں، مطمئن ہوں۔

پھر جب رزق دینا تیرا ہی کام ہے اور تیرا اعلان ہے

یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر

چاہے تو کسی کو فراوانی سے دے چاہے تو اپنے اندازے کے مطابق کسی کی تمنا سے کم دے۔ تو پھر میں تیری تقسیم پر مطمئن ہوں۔

یہ اطمینان مجھے زر پرستی سے۔ رشوت اور دھوکے سے غبن اور فریب کاری سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ میں ان میں سے نہیں ہوں گا۔ جو یہ کہنے لگیں۔

یلیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم۔(28: 79)

کاش مجھے بھی اتنا کچھ ملتا جو قدیم و جدید قارونوں کو تو نے دے رکھا ہے بلکہ میں تو کہوں گا۔

ثواب اللہ خیر لمن امن و عمل

www.naqshbandiaowaisiah.com

صالحاً(28 :80)

یہ دولت کیا کم ہے جو تو نے مجھے اپنا بنا رکھا ہے۔ پھر اس کا مقتضی یہ ہے کہ جب میں نے تسلیم کر لیا تدبیر کائنات میں تو لاشریک ہے تو میں تیرے فیصلوں پر جز بز کیوں ہونے لگا۔ سکھ میں تیرا شکر کروں گا۔ کہ مجھے بلا استحقاق ملا اور دکھ میں صبر کروں گا۔ کہ تو اس سے بڑی مصیبت دینے پر بھی قادر تھا مگر اپنی رحمت سے میری بھلائی کے لئے میری ناتوانی دیکھ کر یہ چھوٹی مصیبت دکھائی۔ میں جانتا ہوں۔

ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ
ومن یومن باللہ یھد قلبہ(64 :11)

یعنی مصیبت اس کے حکم سے آتی ہے اور مصیبت میں دل کو ٹھکانے پر رکھنا بھی اسی کی عنایت سے ہوتا ہے۔

غم چو بینی زود استغفار کن
غم بامر خالق آید کار کن

جب غم آتے ہیں تو میں اسے محبوب کا تحفہ سمجھ کر کہہ دوں گا

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

اجمالی طور پر اس مراقبے کا مقتضی یہ ہے۔ اس مراقبہ کے راسخ ہونے کا اثر سالک کے اعمال پر یہ ہونا چاہئے کہ ہر حال میں زبان دل سے کہتا رہے۔ لا نافع لا ضار الا ہو لا معبود الا ہو لا مقصود الا ہو الہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی۔

مقصد یہ ہے کہ ذہنی عمل یہ مراقبہ رفتہ رفتہ حال بن جائے کہ اس حقیقت کا علم ہونا اور چیز ہے اور اس حقیقت کا حال بن جانا اور بات ہے۔ اور یہی مطلوب ہے۔

یہ دکھ اور مصیبت کا معاملہ ذرا کٹھن ہے اس میں امور طبعی کے پیش نظر کچھ ہدایتیں ہیں کچھ رعایتیں ہیں مثلاً" مصیبت آئے تو اظہار رنج چار صورتوں میں ہوتا ہے۔ اول دل میں غم کا احساس ہوتا ہے۔ دوم آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ یہ دونوں طبعی ہیں اور غیر اختیاری ہیں۔ اس لئے ان پر مواخذہ نہیں اور یہ کسی درجے میں مذموم نہیں اس لئے اس صورت میں آدمی معذور تصور ہوتا ہے۔ مگر دو صورتیں اختیاری ہیں یعنی زبان سے گلہ شکوہ۔ بین نوحہ کرنا اور ہاتھوں سے گریبان پھاڑنا۔ سینہ کوبی کرنا وغیرہ یہ دونوں اختیاری ہیں اس لئے قابل مواخذہ ہیں مذموم ہیں ناجائز ہیں اور یہ تو اللہ کے فیصلے کے خلاف احتجاج ہے سراسر شرک ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے نوحہ کرنے والوں اور والیوں کے لئے سخت وعید سنائی ہے کیوں نہ ہو جو بندہ ہو کر مالک کے فیصلے کے خلاف احتجاج کرے خالق کے نزدیک اس سے زیادہ ناپسندیدہ کون ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس حضور اکرم ﷺ نے ایسے حالات کے لئے ایک مراقبہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

لا تقل لو انی فعلت کذا لکان کذا
ولکن قل ما شاء اللہ کان وما لم
یشا لم یکن

یعنی جب کوئی ناسازگار حالات پیش آجائیں تو یہ نہ کہو کہ میری تدبیر غلط ہو گئی اگر میں یوں کرتا تو یوں ہوتا اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم صرف تدبیر اور سبب کو موثر سمجھتے ہو اور مسبب اور مدبر کا خیال تک نہیں بلکہ یہ کہو کہ اللہ نے جو چاہا وہ ہو گیا۔ اور جو اس نے نہیں چاہا نہیں ہوا۔ پہلا اصول تجویز ہے دوسرا اصول تفویض ہے اور اصول تجویز کا ماحصل پریشانی کے سوا کچھ نہیں اور اصول تفویض کا نتیجہ سراسر اطمینان اور سکون ہے۔

یہ ذہنی عمل اور یہ مراقبہ جب حال بن جائے۔ تو صورت عجیب بن جاتی ہے۔ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کے لئے یہ حقیقت حال بن چکی تھی کہ مصیبت کو بھی رحمت محسوس کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بیمار تڑپتا ہوا آیا کہ حضرت دعا کریں سخت تکلیف میں ہوں شاگرد سوچ میں پڑ گئے کہ دیکھئے حضرت کیسے دعا کرتے ہیں جب ان کے نزدیک بیماری بھی رحمت ہے تو صحت کی دعا کرنے کا مطلب یہ ہو گا کہ رحمت کے چھن جانے کی دعا کریں گے۔ اور نہیں کرتے تو ایک مصیبت زدہ کی دلجوئی کی صورت کیا ہوگی۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا شروع کی۔ الٰہی بیماری بھی رحمت ہے، صحت بھی رحمت ہے یہ آدمی ہر قسم کی رحمت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ کمزور ہے اس کے حق میں بیماری کی رحمت کو صحت کی رحمت میں بدل دے تو قادر ہے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مراقبہ احدیت کی حقیقت کو ہمارا حال بنا دے

مراقبہ معیت

مراقبات میں یہ دوسرا سبق ہے اس مراقبہ میں یہ الفاظ اور ان کے معنی پر غور کیا

www.naqshbandiaowaisiah.com

جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب میں فیوض و انوار کا انتظار کیا جاتا ہے۔ پہلا جملہ ہے "اللہ حاضری" یعنی اللہ میرے سامنے موجود ہے۔ جب اتنی بڑی اور بے نیاز ذات موجود ہے تو اسے چھوڑ کر کسی اور طرف توجہ کیوں کروں اور کیسے کروں، دوسرا جملہ ہے "اللہ ناظری" یعنی اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب وہ سامنے ہے اور مجھے دیکھ بھی رہا ہے تو اس کے سامنے میری حالت میرے ظاہر و باطن کی حالت کیسی ہونی چاہئے۔ لازماً ایسی کہ اسے ناپسند نہ ہو، ہیئت ظاہری ناپسندیدہ نہ ہو۔ عقیدت ادب کا اظہار ہو اور باطن کی حالت یہ ہو کہ دل میں خشوع و خضوع ہو۔ دل میں کوئی ایسا خیال نہ آنے پائے۔ جو اسے ناپسند ہو۔ وہ تو علیم بذات الصدور ہے صرف ظاہر کو نہیں دیکھتا۔ میرا باطن بھی اس کے سامنے ہے۔ تیسرا جملہ ہے "اللہ معی" اللہ میرے ساتھ ہے۔ بندے کو رب کی معیت حاصل ہو جائے تو اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔ یہاں تک تو سالک کا خیال اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور ایک خاص حالت اور ایک مقام سے متعلق جہاں سالک بیٹھا ہے۔ اس سے اس لغزش کا امکان ہے کہ وہ اور کہیں نہیں بلکہ یہیں ہے اور کسی کے ساتھ نہیں صرف میرے ساتھ ہے تو اس ٹھوکر سے بچنے کے لئے چوتھا جملہ ہوتا ہے۔ وھو معکم اینما کنتم یعنی مخلوق جہاں کہیں بھی ہے جس حالت میں ہے جو بھی ہے اللہ اس کے ساتھ ہے اور اس کا احساس کہیں علمی ہے کہیں عقلی ہے کہیں حالی ہے مگر ہے بلاکیف کہ اس معیت کی حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔

انسان کو کسی کی معیت کا احساس دو موقعوں پر ہوتا ہے۔ اول خوف کی حالت میں تو جب انسان کوئی خطرہ محسوس کرتا ہے خواہ اپنی ذات کے لئے خطرہ کا احساس ہو۔ خواہ اپنے متعلقین کے لئے۔ تو اسے کسی معاون کسی مددگار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سالک کا یہ مراقبہ جب راسخ ہو جاتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ میرا معاون ہے اور اس سے قوی تر معاون اور کون ہے۔ دشمن خواہ کتنا قوی ہو۔ آخر مخلوق ہے اور خالق کے مقابلے میں مخلوق کی حیثیت ہی کیا ہے۔ قرآن کریم میں ایسے مواقع کی کئی مثالیں بیان ہوئی ہیں۔ حضرت موسیٰ کو اپنے بھائی کے ساتھ لے کر جب فرعون کو دعوت الی اللہ دینے کے لئے جانے کا حکم ہوا تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ تو میری جان کا لاگو ہے سامنے ہوتے ہی مجھے قتل کرا دے گا تو اللہ کا پیغام کیسے پہنچاؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی اور فرمایا لا تخافا تم دونوں مت ڈرو تمہاری حفاظت کرنا میرا کام ہے۔

اننی معکما اسمع واری (20-46)

میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ میں تمہاری دعوت کے الفاظ سن رہا ہوں گا اور اس منظر کو دیکھ رہا ہوں گا۔ پھر ڈر کیسا، اس معیت باری کا یہ اثر تھا کہ حضرت موسیٰ نے نہایت جرات اور اطمینان سے نہ صرف دعوت کا پیغام پہنچایا بلکہ فرعون کی آنکھ سے آنکھ ملا کر خوب سوال و جواب ہوئے۔ یعنی معیت باری کا احساس انسان کو جری بنا دیتا ہے۔ اندیشہ ہائے دور دراز بالکل کافور ہو جاتے ہیں اور کیفیت کچھ یوں ہو جاتی ہے کہ

باغباں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے چمن
پھر بھی کھٹکا ہوا ہے کیا خوش مزاج ہے

دوسرا موقع وہ ہے جب حضور اکرم ﷺ ہجرت کرکے حضرت ابوبکرؓ کو بحکم الٰہی ساتھ لے کر مکہ سے چلے اور غار ثور میں جا قیام کیا۔ ادھر قریش بھی کھوج لگا کر غار تک پہنچ گئے۔ صدیق اکبرؓ نے دشمن کے پاؤں کی آہٹ ہی نہ سنی بلکہ وہ چلتے پھرتے نظر آرہے تھے۔ ان کی باہمی گفتگو سنائی دے رہی تھی آپ کو اندیشہ ہوا کہ اس متاع دو جہاں کو یہ ظالم کوئی گزند نہ پہنچائیں۔ تو عرش الٰہی سے تسلی کے الفاظ نازل ہوئے اور جس کے متعلق خوف تھا اسی کی زبان حق ترجمان سے سنا کہ

لا تحزن ان اللہ معنا

تو غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

معیت باری کا مژدہ سنا تو کیفیت بدل گئی یوں محسوس ہونے لگا جیسے کوئی خطرہ سرے سے موجود ہی نہیں۔

یہ مراقبہ سالک میں ایسی اسپرٹ بھر دیتا ہے کہ خطرات میں اس کے دل کی دنیا میں کوئی مدوجزر نہیں آتا۔ آج جنگی مہموں میں اور عین جنگ میں انتہائی کوشش کی جاتی ہے کہ سپاہیوں کا مورال بلند رہے۔ کاش کوئی سوچے کہ ایک ہزار کے مقابلے میں 313 کا مورال بلند رکھنے والی کونسی تدبیر تھی اس کے سوا کسی اور تدبیر کا سراغ نہیں ملتا کہ انہیں یقین تھا کہ ھو معکم اینما کنتم

www.naqshbandiaowaisiah.com

صرف یقین نہیں بلکہ یہ حقیقت ان کے لئے حال بن چکی تھی۔ کسی کی معیت کے احساس کا ہم جیسے لوگوں کے لئے ایک اور موقعہ ہوتا ہے اور وہ ہے لالچ، دنیا کا لالچ۔ گناہ کی خواہش لذت پرستی کا شکار ہو جانے کا موقع ہے۔ سالک کو جب معیت باری کا احساس ہو تو رشوت لیتے وقت یہ احساس اس کا ہاتھ روک لے گا۔ برائی کا ارادہ کرتے وقت اسے شرم محسوس ہونے لگے گی۔ کہ مالک میرے ساتھ ہے، موجود ہے، دیکھ رہا ہے پھر اس ڈھٹائی کی جرات کیسے؟ اس ایک ہی مراقبہ سے نہ صرف شخصی سیرت کی تعمیر ہوتی ہے بلکہ تمام سماجی برائیوں کا قلع قمع بھی ہو جاتا ہے۔ آدمی کی یہ کمزوری ہے کہ گناہ یا جرم اس وقت کرتا ہے جب اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ کسی کو کوئی خبر نہیں، کوئی دیکھ نہیں رہا۔ مگر جب اس کا یقین جم چکا ہو کہ اللہ موجود ہے۔ دیکھ رہا ہے، میرے ساتھ ہے تو اتنی جرات صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کے اندر کا انسان مر چکا ہو یا مخبوط الحواس ہو کہ پھر بھی گناہ یا جرم کا ارتکاب کر ہی لے۔

اس تفصیل سے واضح ہو چکا ہو گا کہ سالک جب یہ مراقبہ کر لے تو اس کے اندر اور اس کے اعمال میں یہ تبدیلی آ جانی چاہئے اس طریقے سے وہ خود معلوم کر لے گا کہ قرب الٰہی کی طرف میں کتنے قدم بڑھا ہوں۔ میرا یہ قدم پختہ ہوا ہے یا نہیں۔ کسی سے یہ پوچھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنی بصیرت سے یہ دیکھ سکتا ہے۔ میری روح کی پرواز کہاں تک ہے۔ وہ اپنے متعلق خود فیصلہ کر سکے گا کہ ذکر کی برکت سے شیخ کی وجہ سے جو سٹیم میرے باطن میں بھری گئی ہے اس نے عملی زندگی کے انجن کو منزل کی طرف چلایا ہے یا نہیں اگر انجن چل پڑا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اس رفتار کو قائم رکھنے کی کوشش کرے اور اگر ابھی تک یہ حقیقت صرف ایک علم یا ایک فلسفہ کی حد تک ہی محدود ہے تو کوشش کرے یہ حال بن جائے اور اس کی عملی زندگی بلکہ ہر حرکت یہ ظاہر کرے کہ اسے اللہ کے حاظر و ناظر ہونے اور اس کی معیت کے یقین کی دولت سے حاصل ہو گئی ہے۔

مراقبہ اقرابیت

یہ تیسرا مراقبہ ہے۔ قریب اور اقرب میں فرق ہے جو چیز سب سے زیادہ قریب ہو اسے اقرب کہتے ہیں گویا یہ قرب کا انتہائی درجہ ہے۔ اس مراقبہ کے دوران یہ وظیفہ پڑھا جاتا ہے کہ

نحن اقرب الیہ من حبل الورید

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بندے سے اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ قرب بندہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ذات وراء الورا ہے بندہ اس تک کیسے پہنچے۔ مگر وہ ذات اپنی رحمت سے بندہ کے قریب ہو جاتی ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ قریب ہی نہیں اقرب ہے۔ بندہ کو قریب و بعید کا احساس ہی جان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک جسم بے جان کو کسی کے قرب و بعد کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ گویا قرب کا احساس دینے والی چیز ہی بندہ کے سب سے زیادہ قریب ہے مگر وہ تو فرماتا ہے کہ میں رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اس قرب کا تصور کیونکر کیا جا سکتا ہے دیکھئے آپ ایک لفافہ لے کر اس پر ٹکٹ چسپاں کرتے ہیں پہلے وہ ٹکٹ کہیں دور پڑا تھا اب لفافے پر چسپاں ہو گیا ظاہر ہے کہ اب وہ لفافے کے قریب ہی نہیں بلکہ اقرب ہے۔

مگر سوچئے ایک چیز ایسی بھی ہے جو اس ٹکٹ کی نسبت بھی لفافے کے زیادہ قریب ہے اور وہ ہے گوند جس نے ٹکٹ کو لفافے پر چسپاں کیا گو بظاہر ٹکٹ ہی اقرب ہے اس طرح رگ جاں انسان سے زیادہ قریب ہے مگر درحقیقت وہ ذات جس نے رگ جاں میں جان ڈالی وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔

قرب کی حقیقت پر مولانا تھانوی ؒ کے الفاظ سنئے

"قرب کے مختلف درجات ہیں ایک تو قرب حقیقی ہے جس کا ترجمہ مل جانے سے کر لو یا ادراک حقیقت سے ہو قرب حقیقی تو کسی کو حق تعالیٰ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جسم اور مکان سے پاک ہے اور ادراک حقیقت بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ادراک احاطہ کو چاہتا ہے۔ ممکن بھلا واجب کا ادراک کیونکر کر سکے لہذا اقرب سے مراد قرب حقیقی تو نہیں۔"

"دوسرا ہے قرب مجازی جس کا حاصل حجابات کا اٹھ جانا یا کم ہو جانا ہے ایک تو قرب علمی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر چیز کو حاصل ہے"

"ایک ہے قرب تعلق خصوصیت۔ جیسے ہم کہتے ہیں تم دور رہ کر بھی پاس ہو۔ یعنی

www.naqshbandiaowaisiah.com

تم سے ہمارے دل کا خاص تعلق ہے..... قرآن مجید ہے جو قرب مطلوب اور جسے اولئک المقربون میں انسانیت کا بلند ترین مقام قرار دیا گیا ہے وہ کمال ایمان اور کمال دین ہی کا نام ہو سکتا ہے۔ اسی کا قرآنی نام قرب ہے..... یعنی کمال دین جب وہ امر طبعی کا سا حال بن جائے۔ کہ دینی زندگی اور دینی احکام کی اطاعت طبیعت بن جائے اور زندگی کی ہر حرکت و سکون میں وہی بات باطبع پسند ہو اور کرنے کو جی چاہے۔ جو خدا تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہو' اور اس میں اس کی رضا ہو۔ تو اصل مقصود رضا ہے۔ جو وصول یا قرب حق تعالیٰ کی رضا کے ساتھ نہ ہو وہ مقصود نہیں "

"وصول کی صورت یہ ہے کہ ابتداء میں تو سالک میں اور محبوب حقیقی میں غیر متناہی مسافت ہوتی ہے جسے سالک طے نہیں کر سکتا مگر جب یہ چلنا شروع کر دیتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اس کے ضعف پر رحم فرماتے ہیں کہ اتنی لمبی مسافت ان سے قطع نہ ہوگی۔ اب وہ خود چلنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کو اس مسافت کا طے کرنا کچھ بھی مشکل نہیں تو وہ خود اس کے نزدیک آجاتے ہیں پس حقیقت میں بندہ واصل نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ خود اس کے پاس آجاتے ہیں۔"

اور مژدہ سناتے ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید

"یہی صورت سالک کے باطن کی ہے کہ اول تم اپنی ناقص سعی اور طلب ظاہر کرتے ہو تمہاری وہ سعی ہرگز وصول کے قابل نہیں تھی مگر جب دو قدم چل کر گر پڑے ہو اس وقت حق تعالیٰ کی رحمت کو جوش آتا ہے اور خود آکر گلے لگا لیتے ہیں (جیسے شیر خوار بچہ چلنا شروع کرتا ہے گر پڑتا ہے آپ دوڑ کر اسے اٹھا لیتے ہیں) اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ بچہ کی طرح ایک دو قدم چل کر رونا تو شروع کرو۔

یہ حق تعالیٰ کا اقرب ہونا اور یہ بتانا کہ میں اقرب ہوں محض ایک شغل نہیں بلکہ ایک حقیقت سے آگاہ کرنا ہے کہ میں وہ ہوں جس نے حبل الورید میں جان ڈالی' تمہاری نشو ونما کی تمہیں طرح طرح کی صلاحیتیں بخشیں' تمہیں ایک عظیم الشان ڈیوٹی سونپی تمہیں اپنا نائب بنایا۔ اب میں اتنا قریب ہوں کہ تمہاری ہر حرکت دیکھ رہا ہوں تمہیں بلکہ تمہارے دل کی گہرائیوں میں جو خیالات موجزن ہیں ان سے بھی باخبر ہوں۔ اس داد و دہش اور اس امانت کا امین بنا دینے کے بعد اس کے متعلق باز پرس بھی کروں گا۔ اس کا مواخذہ بھی ہوگا۔ اور میں ایسا علیم و خبیر ہوں کہ تمہاری کوئی حرکت اور کوئی ارادہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اور میرے یہاں نہ کوئی بہانہ چلے گا نہ رشوت۔ میری اس نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہیں مجھ سے محبت ہو اور میری اس قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہیں میری ناراضگی کا خوف ہو مگر خوف کا جذبہ بعد میں پیدا ہوا' محبت کے جذبے کو اولیت حاصل ہے۔ اس لئے مجھے اپنا محبوب بناؤ اور خوش ہو جاؤ کہ محبوب تمہارے اتنا قریب ہے کہ اس سے زیادہ قرب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی اس مراقبے کا مقتضی ہے اور اس مقتضی پر سالک کی عملی زندگی استوار ہوتی ہے۔

قرب و بعد کا لفظ آتے ہی انسان کا ذہن فطرتاً" مادی فاصلوں کے متعلق ہی سوچنے لگتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ جو ذات ان حدود سے آزاد ہے اس کے لئے ان حدود کا تصور کیوں کیا جائے کسی مجرد حقیقت کے بیان کے لئے الفاظ ساتھ نہیں دے سکتے۔ مگر شریعت اسلامیہ ہماری تفہیم کے لئے ایسا انداز بیاں اختیار کرتی ہے کہ حقیقت کی جھلک ہمارے ذہن کی گرفت میں آسکے۔ مگر انسان پیکر تراشی شروع کر دیتا ہے۔

مادی کا قرب مادی سے یقیناً" مکانی ہوتا ہے مگر مجرد کا قرب مجرد سے یا مادی سے مکانی قرب نہیں ہوتا۔ مگر ان دونوں کا اثر پہلے قرب کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتا ہے مثلاً" باپ اور بیٹا مکانی اعتبار سے ایک دوسرے سے سینکڑوں میل دور ہیں اور دو اجنبی دوسرے کے پاس بیٹھے ہیں مگر باپ بیٹے میں اتنی دوری کے باوجود جو قرب ہے وہ ان دو اجنبیوں کو حاصل نہیں قرب مکانی کا رشتہ تو بڑا ہی کمزور قسم کا رشتہ ہے اس لئے قرب کی ہر تعبیر کو زمان و مکان کی قیود میں محدود کر دینا بڑی کوتاہ نظری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت شعار بندے کے اتنا قریب ہے کہ اس کی شاہ رگ بھی اتنی قریب نہیں مگر یہ قرب وہی ہے جو مجرد کو مادی سے ہو سکتا ہے وہ نہیں جو مادی کو مادی سے ہوتا ہے۔

سالک جب اس راہ پر قدم بڑھاتا ہے تو یہ قرب دیدہ باطن سے اسی طرح دیکھ لیتا ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے کہ کوئی دیدہ ظاہر سے محسوسات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مراقبات ثلاثہ ختم ہوئے۔ یہ مراقبات راسخ ہو جائیں تو سالک کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان مستحکم ہو جاتا ہے۔ توکل علی اللہ کا وصف پختہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے اصول تجویز کے تحت زندگی بسر کرنے کی پریشانیوں سے نجات ملتی ہے اور اصول تفویض کی پر بہار فضاؤں میں رہ کر پر سکون زندگی بسر کرنے کا تجربہ ہوتا ہے۔ کسی فیصلے کے خلاف لب کشائی تو کجا دل میں شکایت کا تصور بھی نہیں آتا اس کی معیت کا احساس ایک طرف باطل کے مقابلے میں جری بنا دیتا ہے۔ دوسری طرف یہ راہروی کے سامنے ایسی رکاوٹ کا کام دیتا ہے کہ اس سمت قدم اٹھتے ہی نہیں پاتے اور محبوب کے قرب کا احساس محبت کے جذبے کو ابھارتا ہے اور سالک اس راہ پر گامزن ہے جس کی نشاندہی ان الفاظ سے کی گئی کہ

والذین امنوا اشد حبا للہ (2-165)

اللھم ارزقنا حبک و حب من یحبک

ضروری اعلان

تنظیم الاخوان کا ضلعی دفتر زیر نگرانی محمد اسلم باغ آزاد کشمیر میں قائم کر دیا گیا ہے۔ اس کا ایڈریس درج ذیل ہے۔

تنظیم الاخوان یونٹ باغ
کالج روڈ نزد النور ہوٹل
باغ آزاد کشمیر

اسرار التنزیل

قرآن مجید کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان کی اچھوتے اور منفرد انداز میں لکھی ہوئی تفسیر "اسرار التنزیل" چھپ چکی ہے۔

جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہے۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ' ٹاؤن شپ لاہور فون : 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

عشق محمد

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

بمقام دار العرفان

مورخہ 01-01-1999

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا○ و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیر○ (احزاب)

فجاء محمد سراجا منیرا فصلوا علیہ کثیرا کثیرا اللھم صلی وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم -

دین اسلام کی اساس' دین اسلام کی بنیاد' دین اسلام کی عبادات' دین اسلام کی برکات' اسلام کا نظام حیات' اسلام کے نقطہ نظر سے دنیا یا اسلام کے حوالے سے آخرت' انسانی زندگی' موت اور مابعد الموت' قرب الٰہی' مدارج' منازل ان سب باتوں کا مدار صرف ایک ذات' ذات محمد رسول اللہ ﷺ پر ہے۔ بندوں کو اللہ سے کس نے روشناس کرایا؟ مخلوق کو خالق کے ارشادات کس نے پہنچائے؟ بندوں کو اللہ کی کتاب کسی نے دی؟ بندوں کو جینا اور مرنا کس نے سکھایا؟ اولاد آدم کو طرز انسانیت کس نے دیا؟ آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے!

ہمیں شکوہ رہتا ہے مسلمانوں کے دین سے دوری کا' ہمیں شکوہ اس بات کا ہے کہ دنیا میں لگ بھگ چھپن اسلامی ممالک ہیں' مسلمانوں کی حکومتیں ہیں' کیسی عجیب بات ہے ملک مسلمانوں کے ہیں' آبادیاں مسلمانوں کی ہیں' حکمران مسلمان ہیں لیکن وہاں دین رسول ﷺ کی حکمرانی نہیں۔ حکومت وہاں محمد ﷺ کی' آپ کے کے لائے ہوئے دین کی' اللہ کے قرآن کی نہیں ہے بلکہ دینا میں یہودیانہ نظام کی' ہندوانہ ذہنیت کی' کافرانہ اور مشرکانہ نظام حیات کی حکومتیں ہیں۔ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ لوگ اپنا حلیہ لباس تک تبدیل نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں یہ ہمارے باپ دادا کا لباس ہے۔ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ زندگی کی رسومات' یہ جشن میلے' یہ تہوار لوگ اس پہ جان لڑا دیتے ہیں۔ بھئی کیا ہے؟ اس میں کیا رکھا ہے؟ نہ خدا کا حکم ہے' نہ دین ہے' نہ اس میں کوئی عبادت ہے' وہ کہتے ہیں نہیں! ہمارے باپ دادا کی رسم ہے' ہم مدتوں سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے اسلام کا دعویٰ کرنے والے' محمد ﷺ کے ارشادات کو بھلا بیٹھے ہیں۔ یہ کیسی عجیب مسلمانی ہے کہ دعویٰ اسلام ہو اور زندگی کافرانہ نظام پر گزرے۔ یہ کس قسم کی مسلمانی ہے؟ اس مسلمانی کا کوئی تصور قرآن میں حدیث میں' سیرت میں کہیں نہیں۔ بے شمار گناہ ہیں' قتل کرنا گناہ ہے' زنا کرنا گناہ ہے' چوری کرنا گناہ ہے' اس کی سزا ہے' بے شمار جرائم ہیں اور ان کی سزائیں متعین ہیں' حدود ہیں' تعزیرات ہیں' کہیں یہ تصور نہیں ملتا کہ مسلمان ہو اور وہ کافرانہ نظام میں زندگی بسر کرے۔ یہ وہ گناہ ہے جس کا تصور ہی کوئی نہیں۔ کہیں فقہ میں اس کی کوئی سزا نہیں ملتی' اس پر کوئی حد نہیں ملتی' اس کے متعلق کوئی رائے نہیں ملتی یعنی جو اسلامی نظام کو اپنا کر زندگی بسر نہیں کرتا اس کا تصور ہی کوئی نہیں۔ ہاں ایک بات ہے کہ ملک کافروں کا ہو' حکومت کافروں کی ہو' اس کا کوئی بس نہ چلتا ہو ایسے میں شریعت کا حکم یہ ملتا ہے کہ اگر وہ بالکل بے بس نہ ہو وہاں سے ہجرت کر سکتا ہو تو وہاں سے چھوڑ کر چلا جائے' وہاں چلا جائے جہاں اسلامی حکومت ہو۔ مرنے والے سے فرشتے جو باتیں کرتے ہیں۔ قرآن حکیم اس کا تذکرہ فرماتا ہے کہ مرنے والے سے فرشتہ کہتا ہے۔

فیما کنتم تم کیا کرتے رہے ہو؟ تمیں اللہ نے ساٹھ سال' ستر سال' اسّی

www.naqshbandiaowaisiah.com

سال زندگی دی' صحت دی' دولت دی' اولاد دی' گھر بار دیا تم کہاں تھے؟ تم نے کہاں بسر کی؟ فیھا کنتم کس چیز میں عمر ضائع کی تم نے۔

کنا مستضعفین فی الارض بھئی ہم تو غریب لوگ تھے اور ہمارے تو بس میں کچھ نہیں تھا جو کچھ حکمران' حکومت یا طاقت والے یا بڑے کرتے تھے ہمیں مجبوراً اس کے تابع رہنا پڑتا تھا۔ تو وہ کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے اے' الم تکن ارض اللہ واسعہ فتھا جروا فیھا کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی تو جہاں تم سے تکڑے لوگ تھے یا طاقت ور تھے یا حاکم جو تھے وہ بدکار تھے یا بے دین تھے تم وہاں چلے جاتے جہاں تم پر بے دینی کی حکومت اور غیرعادلانہ نظام نہ ہوتا آج تو ساری دنیا چھوڑ آئے ہو اب موت آگئی تو دنیا ہی چھوڑ کر جا رہے ہو تو کیا اللہ کے لئے' اللہ کے دین کے لئے' اللہ کے رسول ﷺ کے لئے تم قطعہ زمین نہیں چھوڑ سکتے تھے؟ کیا تمہارے باپکی جاگیر تھی زمین؟ یہ تو اللہ کی ہے۔ تمہیں چند دن رہنا تھا' جہاں دین تھا' جہاں زندگی دین کے مطابق نہیں تھی اور جہاں بڑے بے دین تھے وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ یہ حکم ملتا ہے کہ جہاں کافروں کی طاقت غالب ہو مسلمان اس کو تبدیل کرنے کی سکت نہ رکھتے ہوں تو کافرانہ نظام کے تحت رہنے کی بجائے وہاں سے ہجرت کر جائیں وہاں سے چلے جائیں۔

لیکن جہاں ملک مسلمانوں کا ہو' حکومت مسلمانوں کی ہو' حکمران مسلمان ہوں اور وہاں نظام کافر کا ہو..... کیسی عجیب بات ہے! ہمیں شکوہ ہے لوگ نماز نہیں پڑھتے' لوگ روزہ نہیں رکھتے' لوگ چوری کرتے ہیں' لوگ دھوکا کرتے ہیں' لوگ بسیں لوٹتے ہیں لوگ ڈاکے ڈالتے ہیں' یہ کون لوگ ہیں؟ یہ یہودی کرتے ہیں' نصرانی کرتے ہیں' مشرک یا ہندو کرتے ہیں؟ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ سارے مسلمان ہیں۔ عجیب مسلمان ہیں! یہ کیسے مسلمان ہیں کہ رمضان میں بھی قتل و غارت گری جاری ہے رمضان المبارک میں بھی بسیں لوٹی جا رہی ہیں جبکہ حضور ﷺ کے ارشادات کے مطابق رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چھوٹے بڑے سارے شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں اور پورا رمضان قید رہتے ہیں لیکن وہ شیطان جو جنوں میں سے ہیں قران حکیم کا ارشاد ہے کہ کچھ لوگ انسانوں میں بھی شیطان کی پیروی کرتے کرتے خود شیطان بن جاتے ہیں جس طرح وہ مشہور مصرع ہے نا "رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی" کچھ لوگ اللہ اللہ کرتے فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں' کچھ دوسرے شیطانوں کا اتباع کرتے کرتے خود شیطان بن جاتے ہیں' جنہیں قرآن کہتا ہے شیاطین الجن والانس شیطان جنوں میں سے بھی ہیں شیطان انسانوں میں سے بھی بن جاتے ہیں۔ جنوں والے شیطان قید ہو جاتے ہیں انسانوں والے نہیں۔ عام دنوں میں ہم جو جرم کرتے ہیں شیطان کے ذمے لگا دیتے ہیں لیکن رمضان المبارک میں جو کرتوت ہم کرتے ہیں ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شیطنت خود ہمارے وجود کے اندر ہے ہم خود شیطان بنتے جا رہے ہیں۔ تو آج جو جرائم ہو رہے ہیں یہ وہ شیطان کر رہے ہیں جو انسانوں میں سے ہیں۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے وہ تو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مسلمانی کیا ہے؟

فقہاء نے اس کی تعریف لکھی کہ اقرار بلسان و تصدیق بالقلب زبان سے اقرار کرنا' دل سے اس کی تصدیق کرنا لیکن میرے بھائی! یہ بات پھر قواعد ضوابط کی ہے' منطق کی ہے' اصول کی ہے' دین ایک اور بات کا نام ہے۔ ایک چھوٹی سے بات ہے کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام تشریف لے گئے طائف کے سرداروں کے پاس' ایک کے پاس گئے پھر دوسرے کے پاس' تیسرے کے پاس' وہ آپس میں بھائی تھے تو انہوں نے انکار ہی نہیں کیا' ایذا دی لڑکے پیچھے لگا دئے۔ حضور ﷺ پر پتھر برسائے وجودِ عالی ﷺ زخموں سے چُور ہو گیا آپ ﷺ کا خون مبارک بہہ بہہ کر جوتوں میں نعلین مبارک میں اس طرح جم گیا کہ جوتوں سے پائے مبارک نکالنا مشکل ہو رہا تھا' غیرت باری جوش میں آئی' اللہ نے فرشتے کو جو پہاڑوں پہ مقرر ہے حکم دیا کہ طائف والے جو پتھر اٹھا سکتے تھے انہوں نے میرے حبیب ﷺ پر پھینکے ہیں اس لئے تو جو پہاڑ اٹھا سکتا ہے ان پر اٹھا کر پھینک دے' انہیں پتہ چل جائے کہ پتھر کیسے پھینکے جاتے ہیں لیکن پتھر

www.naqshbandiaowaisiah.com

انہوں نے محمد ﷺ پر پھینکے ہیں اس لئے تمہیں محمد ﷺ سے اجازت لینا ہوگی۔ یہ فرشتہ حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ان پر یہ پہاڑ اٹھا کر پھینک دوں! آپ ﷺ نے فرشتے کو جواب دینے کی بجائے اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور فرمایا اللہ! ان سے درگزر فرما! انہوں نے پتھر ضرور پھینکے ہیں لیکن اس لئے پھینکے ہیں کہ یہ مجھے جانتے نہیں فانهم لايعلمون یا اللہ یہ مجھے نہیں جانتے یہ تو اپنے ایک پڑوسی' ایک قریشی بھائی پر پتھر پھینک رہے ہیں۔ انہیں یہ پتہ نہیں کہ محمد ﷺ کی عظمت کیا ہے اگر یہ مجھے پہچانتے تو مجھ پر پتھر نہ پھینکتے۔

موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے بنی اسرائیل کے پاس تشریف لائے وہ بات بات پر سوال جواب کرتے کہ یہ اس طرح نہیں اس طرح ہے اس طرح نہیں اس طرح ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اللہ فرماتا ہے کہ شہر پر چڑھائی کرو لوگ بھاگ جائیں گے شہر تمہارے حوالے کر دیں گے تم آگے نکلو انہوں نے کہا

فاذهب انت وربک فقاتلا

موسیٰ آپ جائیں اور اللہ قادر ہے آپ کا رب تکڑا ہے آپ جائیں آپ کا رب اور آپ لوگ لڑیں انا ههنا قاعدون ہم یہ بیٹھے ہیں جب فتح ہو جائے گی ہم آ جائیں گے۔ جب شہر خالی ہو جائے گا ہم آ جائیں گے۔ کسی نے ارشادات نبوی صلی اللہ ﷺ پر بھی سوال کر دیا لوگ مختلف المزاج ہوتے ہیں، کسی نے کوئی عرض کر دی یا رسول اللہ ﷺ یہ کام کیسے ہوگا؟ فوراً بارگاہ الوہیت سے وحی نازل ہوئی فرمایا۔

لا توذوا رسول الله كما اذوا موسیٰ خبردار جس طرح موسیٰ السلام کو ان کی قوم ایذائیں دیتی تھی اس طرح کا سلوک میرے حبیب ﷺ سے مت کرو کبھی یہ مت سوچنا کہ تم سوال و جواب کرو گے تم بحث و تمحیص کرو گے تمہاری یہ حیثیت نہیں' تمہارا کام اطاعت کرنا ہے فرمایا! ما ينطق عن الهوى ان هوالا وحی يوحى میرا حبیب ﷺ مرضی سے لب کشائی نہیں کرتا' وہی بات کہتا ہے جو میں انہیں کہنے کا حکم کرتا ہوں' اس لئے کسی کو بحث کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ فرمایا! لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی ﷺ جلوہ افروز ہوں تو محفل میں کسی کی آواز آپ ﷺ سے بلند نہیں ہونی چاہئے۔ لا ترفعو اصواتكم اپنی آوازوں کو اونچی مت کرو فوق صوت النبی نبی ﷺ کی آواز پر آپ ﷺ دھیمی آواز میں گفتگو فرماتے ہیں کوئی بلند آواز میں جواب نہ دے سوال نہ کرے۔ آپس میں بھی بات کرے تو اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند نہیں ہونی چاہئے۔ عسى ان تحبط اعمالكم و انتم لاتشعرون میں تمہاری ساری نیکیاں ضبط کر لوں گا' تمہاری عبادتیں تمہارے منہ پر دے ماروں گا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ تھے محفل رسول ﷺ میں' وہ لوگ تھے جو غار کے ساتھی تھے' وہ لوگ تھے جو ہجرت کے ساتھی تھے' وہ لوگ تھے جو گھر سے باہر کے ساتھی تھے' وہ لوگ تھے جو بدر و احد کے ساتھی تھے۔ فرمایا! تمہارے سارے جہاد تمہاری ساری ہجرتیں اور تمہاری ساری نیکیاں اس بات کے ساتھ ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت قائم رہے۔ اگر کسی نے غیر شعوری طور پر بھی آواز بلند کی اس کی ساری نیکیاں' اس کی ساری عبادتیں اس کے منہ پر دے ماروں گا۔

ایک صحابی باہر تشریف لائے مال مویشی تھے کچھ مسائل پوچھنا چاہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف لے جا چکے تھے انہوں نے باہر سے آواز دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ پوچھنا ہے مجھے جلدی واپس جانا ہے میں مویشی ویسے ہی چھوڑ آیا ہوں گم ہو جائیں گے۔ فوراً آیت اتری ينادونک من وراء الحجرات۔ وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں ہوں باہر سے آوازیں دیتے ہیں فرمایا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے یہ تو جہالت کی بات ہے ان میں اتنی تمیز بھی نہیں ہے پھر تمیز سکھائی فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف لے جائیں تو درِ اقدس پہ تب تک بیٹھے رہو جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرضی سے باہر تشریف نہیں لاتے اور تب تک سوال نہ کرو جب تک تمہاری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اگر کسی دوسری طرف متوجہ ہیں' کسی دوسرے سے بات کر رہے ہیں' کسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہیں اور نکل کر جارہے ہیں تم روک نہیں سکتے۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم سے پوچھیں گے کیوں بیٹھے ہو پھر اپنی بات عرض کرو اور یہ وہ لوگ تھے جو ایک ایک اشارے پر جانیں لٹا دیا کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر سب کچھ نچھاور کردیا تھا یہ تمیز انہیں سکھائی جارہی ہے۔

اور آج کا مسلمان' مسلمان بھی کہلوائے' کتنی عجیب بات ہے اللہ اسے ملک دے دے' حکومت دے دے اور نظام کافر کا ہو اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ جسے فقہاء اسلام کہتے ہیں' اقرار باللسان و تصدیق بالقلب زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق' لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام ہے' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لینا' معرفت پیامر صلی اللہ علیہ وسلم اسلام ہے۔ جو نہیں پہچانتا وہ طائف والوں کی طرح پتھر پھینکتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ وہ حکم عدولی کرتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ مذاق اڑاتا ہے احکام شریعت کا۔ شریعت کیا ہے؟ کیا ہم سے اللہ نے بات کی؟ کیا ہم سے فرشتے نے بات کی کیا ہم پر وحی نازل ہوئی؟ تو ہمیں تو کوئی پتہ نہیں شریعت کیا ہے لہٰذا شریعت وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا۔ شریعت کا مذاق عظمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق ہے۔ احکام شرعی کا مذاق عظمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق ہے۔ بلاشبہ ایسا شخص کافر ہے اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ کافر کو بھی اگر کافر کہو تو کہتے ہیں کہ مولوی لوگوں کو کافر بناتے ہیں' مولوی کافر بناتے نہیں' صرف بتاتے ہیں کہ کافر کون ہے' بنتے لوگ اپنے کردار سے ہیں۔ کیوں بنتے ہیں؟ اس لئے کہ انہوں نے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں۔ ارے یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ہم نے ان کو حکمرانوں کے در پہ سربسجود دیکھا ہے حکمرانوں تو حکمران ہوئے' میں اپوزیشن لیڈر کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کی جماعت کے تین چار بڑے میرے جیسے ٹھیک ٹھاک جوان تکڑے' کوئی مال دار امیر لوگ' باتیں میں اس لیڈر سے کر رہا تھا لیکن ہر بات پر وہ لوگ اپنے لیڈر کے چہرے کو دیکھتے تھے اگر وہ اس بات پہ متفق ہوتا تو وہ بھی کہتے یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے اور اگر اسے کوئی تامل ہوتا تو وہ بھی خاموش ہو جاتے یعنی لوگوں کو بندوں کا اتنا لحاظ ہے۔ کیوں؟ کیا رکھا ہے بے نظیر میں؟ ایک عام سی خاتون ہے' بلکہ اس سے بھی بہت نیچے ہے' جو ہماری عام خواتین ہیں دیہات میں بھیڑیں چرانے والیں' فصل کاٹنے والیں' گوبر چن کر لانے والیں اور جانور چرانے والیں' یہ خواتین اس بے نظیر سے ہزاوں درجہ بہتر انسان ہیں' وہ ان کے معیار کو نہیں پہنچتی' ان سے بھی گئی گزری ہے' بہت گئی گزری ہے' بہت نیچے ہے اور یہ اتنے اتنے بڑے کوئی اپنے کو سید کہلواتا ہے' کوئی گیلانی کہلواتا ہے تو اگر وہ ہنس پڑتی تھی وہ بھی ہنس پڑتے تھے' اگر وہ سیریس ہو جاتی وہ بھی سیریس ہو جاتے تھے۔ اگر وہ میری بات کی تائید کرتی وہ اس سے زیادہ تائید کرتے تھے اگر وہ سوال کرتی تھی وہ کہتے کہ ہاں ہاں یہ سوال تو بڑا اہم ہے۔ میں نے کہا یہ انہیں کیا ہو گیا ہے' یہ کیوں اتنے مسحور ہیں؟ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں یہ اپوزیشن لیڈر ہے' پہلے حکومت میں تھی ہم نے بھرپور فائدہ اٹھایا پھر حکومت میں آجائے گی ہمیں فائدہ ہو گا۔ اگر ان کے دل سے یہ اعتبار ختم ہو جائے کہ اس کی ذات سے ہمیں کوئی فائدہ ہو گا تو کیا اس کی ہاں میں ہاں ملائیں گے؟ ہرگز نہیں! ایسے بدنصیب لوگ کہ جنہیں بے نظیر اور نواز شریف سے فائدے کی امید ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناامید ہیں' یہ کیسے عجیب لوگ ہیں کہ جنہیں اس پائے کے لوگوں سے امیدیں ہیں جو خود چور ہیں' دونوں چور ہیں اور دونوں ڈاکو ہیں اور دونوں' دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں اور ڈاکو کسی کو تقسیم کرکے نہیں دیتا۔ یہ ایک اصول ہے گداگر کسی کو عطا نہیں کرتا مانگ کر کھانے والا کسی کو کچھ نہیں دیتا۔

آپ نے دیکھا ہے یہ مانگنے والے لوگ ہوتے ہیں ہمارے یہاں بھی آکر جھگیاں لگاتے ہیں یہ دیہات میں' گاؤں میں کوئی بھوکا ہو اس کے دروازے پر بھی جاتے ہیں' جھگی والے کے پاس بوری

www.naqshbandiaowaisiah.com

دانوں کی پڑی ہو اس کے پاس مانگنے نہیں جاتے۔ انہیں پتہ ہے یہ خود گداگر ہے۔ گداگر، گداگر کو کچھ نہیں دیتا۔ یہ اصول ہے۔ مانگنے والا دوسرے مانگنے والے کو کچھ نہیں دیتا بلکہ اس سے لڑتا ہے کہ یہاں کیوں مانگ رہے ہو ادھر جاکر مانگو۔ یہاں سے میں نے مانگنا ہے، جو مانگنے نہیں دیتا پلے سے کیا دے گا۔ اس طرح چور چور کو کچھ نہیں دیتا، ڈاکو خیراتیں نہیں کرتے، جو لوٹ کر کھاتے ہیں وہ اتنا ہی دیتے ہیں جتنا اپنی لوٹ کو ہضم کرنے کے لئے وہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس لوٹ میں سے دو چار لقمے اس کے منہ میں ڈال دو۔ دو چار ذرے اس کے منہ میں ڈال دو کہ یہ میرے خلاف بھونکے نہیں، یہ کچھ میری سپورٹ بنے رہیں۔ وہ اپنی ذات کے لئے دیتا ہے، دوسرے کے مفاد کے لئے ڈاکو نہیں دیتا، یہ تو سارے ڈاکو ہیں۔ ان ڈاکوؤں سے لوگوں کو نفع کی امید ہے لیکن اگر انہیں امید نہیں ہے تو اس ہستی سے جو کائنات کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔ تو بات وہیں آکے اٹکی کہ انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں، اگر معرفت پیامر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شمہ بھی نصیب ہو جائے، انسان سے نماز چھوٹ نہیں سکتی اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاعذر نہیں چھوڑی۔ جہاں سے نفع کی امید ہوتی ہے لوگ ویسا نظر آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا یہ ہمارے سارے اکابرین کیوں تھری پیس سوٹ اور ٹائی میں بندھ جاتے ہیں؟ میرے ایک رشتہ دار ہیں بزرگ بڑے اچھے آدمی ہیں ان کے ہارٹ کا بائی پاس اپریشن ہوا تو مجھے بتا رہے تھے کہ جی اتنا اچھا بائی پاس ہوا کہ میرا رات کو اپریشن ہوا صبح اٹھ کر میں نے شیو بنائی۔ آپ اندازہ کرلیں کہ کتنا اہتمام ہے مغرب کی طرح یا انگریز کی طرح نظر آنے کا کہ رات کو دل کا اپریشن ہوا ہے، بائی پاس ہوا ہے، صبح اٹھ کر پہلا جو کام کیا شیو ہے کہ میں ویسا ہی نظر آؤں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مغرب کو اور اہل مغرب کو ایک عظیم قوم سمجھتے ہیں اور ویسا ہونا عظمت کی دلیل سمجھتے ہیں۔ اگر انہیں عظمت رسالت کا پتہ ہوتا تو ان جیسا نظر آنے کی کوشش کرتے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی دیتے ہیں یہ ایک فطری امر ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک جگہ جہاں انہوں نے لباس کی بات کی ہے تو وہ فرماتے ہیں اسلام میں تو ستر فرض ہے اس کے بعد کسی لباس کی کوئی قید نہیں وجود ڈھانکنا ہے وہ کسی طرح بھی ہو، کپڑا شریفانہ ہو، پاکیزہ ہو، اللہ اللہ خیر صلاح۔ لیکن ایک بات ہے آدمی ان جیسا لباس بنانا پسند کرتا ہے جن سے مرعوب ہوتا ہے، متاثر ہوتا ہے اور جن جیسا نظر آنا چاہتا ہے، ویسا لباس بنانا پسند کرتا ہے اور اگر لباس کافروں جیسا اختیار کرلیا جائے تو رفتہ رفتہ کافروں کے خصائل اس قوم میں در آتے ہیں۔

اور اب دیکھ لو ہم نے تو تجربہ کرلیا ہے اس قوم کا حضرات گرامی! رمضان کی برکات سارے علماء بتا رہے ہوں گے، فضائل بتا رہے ہوں گے، جنت کی بشارتیں ہو رہی ہوں گی، حوروں کے وعدے بتائے جا رہے ہوں گے لیکن بات پتے کی یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس بات پر ہے کہ ہمارے دل میں کتنی عظمت پیامر صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر دل عظمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے تو رمضان غیر رمضان برابر ہے۔ اگر دل میں عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے اگر دل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانا ہم ساری زندگی مانگتے رہتے ہیں پیروں سے، بزرگوں سے، حکیموں سے، ڈاکٹروں سے، دنیا سے، خدا سے، لیکن جب معرفت رسالت نصیب ہوتی ہے تو نبی علیہ الصلواۃ کے قدموں میں مرجانے کو جی چاہتا ہے۔ مفادات لینا دوسری بات ہے لیکن جسے معرفت پیامر صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتی ہے وہ اپنے دامن میں ٹٹولتا ہے کوئی ایسی چیز بھی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کردوں، میرے پاس بھی کچھ ہے۔ جسے بھی کوئی شمہ معرفت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہوتا ہے یہ یقینی بات ہے وہ اس بات پہ لگ جاتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے کیا کام کرسکتا ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے کیا کچھ نچھاور کرسکتا ہوں۔

نبی علیہ السلام نے اعلان کردیا کہ جہاد کے لئے جس کسی کی جتنی حیثیت ہو

www.naqshbandiaowaisiah.com

اتنا مال لایا جائے' جہاد کے لئے لشکر کی تیاری کرنی تھی' عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابھی باقاعدہ بیت المال نہیں بنا تھا جب فتوحات ہوئیں تو بعد میں بیت المال بن گیا تو جب تک بیت المال نہیں تھا طریقہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرمادیتے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ میں لوگ جو ہوتا لے آتے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا شمار روٴسائے مکہ میں ہوا کرتا تھا مکہ کے تاجروں کے رئیس تھے' وہ حاضر ہوئے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حال میں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کمبل کرتے کے طور پر پہن رکھا ہے' ٹخنوں تک لمبا ہے اسے درمیان سے چیر کر اس کا گلا بنایا ہوا ہے اور کیکر کے کانٹے توڑ کر ارد گرد کانٹوں سے اسے جس طرح ہم پنیں لگا دیتے ہیں اس طرح لگائی ہوئی ہیں' کچھ برتن کچھ چادریں کچھ کپڑے کچھ غلہ لائے۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے پوچھا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنا لائے ہو؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پاس تھا حاضر خدمت ہے۔ گھر میں کیا چھوڑا ہے؟ فرمایا گھر میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کافی ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جبرائیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ فرماتے ہیں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرا سلام بھی پہنچا دو اسے بتاؤ کہ تمہارا لباس مجھے بہت پسند آیا۔ اللہ' اللہ کیا لوگ تھے۔ کتنے خوش نصیب لوگ تھے اور ہم کیسے بدنصیب ہیں کہ دنیا میں پون صدی رہ کر دنیا کی ہر نعمت اللہ سے پا کر' دنیا کی ہر شئے حاصل کرنے کے باوجود' بے شمار انعامات الٰہی' بے شمار صحت' دولت عزت و وقار' سب کچھ پانے کے باوجود ہم اپنے آپ کو دانش ور سمجھنے والے' ذہین فطین' پڑھا لکھا' عالم' پیر' نیک' پارسا سمجھنے والے ہم عظمت رسالت کو سمجھ نہ سکے۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور زندہ رہتے یوں ہی انتظار ہوتا

ساری زندگی ہم اس ہستی کو نہ پہچان سکے جو اپنی بعثت سے لیکر قیامت تک ہر دل یں جلوہ گر ہے' جو سورج کی طرح روشن چمک رہا ہے' کوئی دل کا آئینہ اس کے سامنے کردے اسے وہ سورج بنا دے' کوئی ذرہ خاک اس کے قدموں میں بٹھا دو اسے ثریا بنا دے گا کوئی مس خام مَس ہو جائے اسے کندن بنا کے چھوڑے۔ ارے کوئی مشت غبار اس کو پہچان لے اسے اللہ سے ملا کر چھوڑے ہم اسے نہ پہچان سکے۔ ہم کہتے ہیں' نہیں! ہم مانتے ہیں حالانکہ ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ ہم مانتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہیں عمل کافرانہ نظام پر کرتے ہیں۔ دونوں میں سے ایک کے لئے ہم دعویٰ کرتے ہیں اور دوسرے پر عمل کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا ہم دعویٰ کرتے ہیں اور کافرانہ نظام پر ہم عمل کر رہے ہیں لعنت ہو اس کافرانہ نظام پر جو ہمارے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہے ہمارے سجدے بے ذوق' نمازیں بے کیف اور ہمارے روزے محض فاقہ کشی بن کر رہ گئے ہیں۔ ہر نمازی کو دیکھو بھاگ رہا ہے کہ کہیں ختم ہو' جان چھوٹے' ہر روزہ دار گھبرایا ہوا ہے کب شام ہو کہ اس مصیبت سے جان چھوٹے' سجدے میں کسی کا سر نہیں ٹکتا' جس طرح مرغ دانا چگتے ہیں اس طرح ہم سجدے کرتے ہیں۔ کیوں؟ لذت آشنائی کھو گئی ہم سے اور اس کے بغیر تو ہر چیز بے کیف' بے ذوق ہو جاتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

کیسے عجیب لوگ تھے! مکہ مکرمہ میں ساری دنیا کافر تھی' ساری دنیا پہ کفر تھا۔ حکومتیں' سلطنتیں' عدالتیں' طاقتیں' دولت' خزانے سب کافروں کے پاس تھے۔ مکہ مکرمہ پہ مشرک اور کافر قابض تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں (حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے ان کے گھر) روپوش تھے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ کا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے دم قدم سے دو عالم کی رونقیں ہیں' جس کے دم قدم سے جہان قائم ہے' جس پر ایمان دنیا کی زندگی کا سبب ہے' جب ایمان ختم ہوں گے' قیامت آجائے گی زمین اور آسمان تباہ ہو جائیں گے' وہ روپوش ہے اور مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی پوری دنیا میں' انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم چالیس ہو گئے ہیں'

www.naqshbandiaowaisiah.com

چالیس بت بڑی طاقت ہوتی ہے اور کافر تو حرم مکہ میں بت پرستی کریں اور ہم چالیس ہوں اور روپوش ہوں اور ہم چھپ کر اللہ کی عبادت کریں یہ نہیں ہوگا ہم بھی حرم میں جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کی اجازت نہیں ہے' ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے' لڑنے کی اجازت نہیں ہے تو اب کیسے جائیں۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھانے سے اللہ نے منع کیا ہے مار کھانے سے تو نہیں روکا' جان لینے سے روکا ہے جان دینے پر تو کوئی پابندی نہیں' ہم چالیس مرجائیں گے لیکن ہم چالیس ہیں ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ آپ ﷺ چھپ کر عبادت کریں اور مشرک حرم مکہ میں۔ یہ چالیس آدمی دارِارقم سے ایک دوسرے کے بازوؤں میں بازو ڈالکر چل پڑے۔ ہر ظلم ان پر کیا گیا پتھر برسائے اور عورتوں نے پانی کے بھرے ہوئے مٹکے ان کے سروں میں مارے' مردوں نے لاٹھیاں برسائیں' مار کھاتے رہے بڑھتے رہے' کسی کو گرنے نہیں دیا۔ ایک دوسرے کے بازوؤں میں بازو دے کر چلتے جارہے ہیں۔ ابی جہل نے حرم کے باہر ایک دستہ نیزہ برداروں کا کھڑا کردیا تھا کہ یہاں تک آئیں تو نیزوں سے چھلنی کردو۔ لیکن جب وہ وہاں تک بھی پہنچے تو اس نے نیزہ برداروں سے کہا' ہٹ جاؤ' چھوڑ دو جانے دو انہیں۔ پتہ نہیں کتنے قبیلوں کا ایک ایک آدمی ہے اگر مار دو گے تو سب قبائل جنگ میں کود پڑیں گے خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ اس طرح چالیس حرم میں جا پہنچے اس وقت جب روئے زمین پر ان چالیس کے علاوہ کوئی مسلمان نہیں تھا نبی علیہ الصلوٰۃ کے ساتھ۔

اور آج باقی کو چھوڑو یار چودہ کروڑ تو ہم یہاں مسلمان ہیں ہم میں چالیس بھی ایسے نہیں ہیں جو اس نظام کو چیلنج کرسکیں جو یہ کہہ سکیں کہ یہودیانہ سودی معیشت' یہ کافرانہ عدالتی نظام' یہ غیر منصفانہ تعلیمی نظام' یہ کافرانہ سیاست ہمارے اور ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس نے ہماری نگاہوں کو جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روک دیا' ہماری آرزوں کو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روک دیا' ہماری تمناؤں کو حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رکاوٹ ڈالی۔ ہمارے دلوں کو ویران کردیا' ہم سے ذوق سجدہ اور شوق عبادت چھین لیا' ہم سے اللہ کی معرفت چھین لی' ہم سے خوف خدا چھین لیا' اس نے ہمیں مسلمان سے دہریہ بنا دیا' اس نے مسلمان کو چور ڈاکو اچکا بنا دیا۔ کیوں نہیں پہچان رہے ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو؟ اس لئے کہ بارگاہ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان اس کافرانہ نظام کا دھواں چھایا ہوا ہے۔

یا اللہ کوئی تو ایسے بندے پیدا کر' کوئی تو ہو جو اس دھویں کا جگر چیر کر رکھ دے' جو مسلمانوں کے سامنے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کھول دے۔ جو انہیں وہ نظام معیشت دے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ جو انکے ساتھ وہ انصاف کرے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں جو انکو درد دے' جو ان کو عشق دے' جو ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیوانہ بنا دے' جو ان کے دلوں میں بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں روشن کرے لیکن وہ بے نیاز ہے وہ کہتا ہے میں زبردستی نہیں بناتا۔

یھدی الیہ من ینیب۔

جس کے دل میں آرزو ہو جائے کہ مجھے دیوانہ کردے میں اس کو دیوانہ کیا کرتا ہوں یھدی الیہ من ینیب جس کے دل میں تڑپ پیدا ہو میں اسے عطا کرتا ہوں اور جن کے دل مردہ ہو جائیں ان کو یہ نعمتیں میں نہیں دیتا۔ کتنی عجیب بات ہے یہاں بے شمار عالم ملتے ہیں' مولوی ملتے ہیں' متقی ملتے ہیں' پیر ملتے ہیں' دانشور ملتے ہیں' صحافی ملتے ہیں' ادیب ملتے ہیں' تاجر ملتے ہیں' دولت مند ملتے ہیں' جرنیل ملتے ہیں' سپاہی ملتے ہیں' لڑنے والے ملتے ہیں' کوئی دیوانہ نہیں ملتا' ساری زندگی کے فلسفے کی انتہا جو علامہ مرحوم نے بیان کی تھی وہ یہی تھی۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

ساری دانش یہ ہے کہ مجھ سے میری ساری دانش لے لے اور مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بنا دے۔ میری دانش کو میرے اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیوار نہ بننے دے۔

بہادر شاہ ظفر نے اللہ کی بارگاہ میں آرزو کی تھی۔

اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تونے
کیوں خرد مند بنایا نہ بنایا ہوتا تونے

میں آپ کو رمضان کی برکات کیا بتاؤں، میرے بتانے سے کیا ہو گا اور آپ کے سننے سے کیا ہو گا۔ میاں بات بتانے کی ایک ہی ہے کہ زندگی موت کا سبب ہے۔۔ سب سے بڑا سبب موت کا' زندگی ہے۔ وہ کہتے ہیں نا ایڈز سے لوگ مرتے ہیں' کینسر سے لوگ مرجاتے ہیں' ہارٹ اٹیک سے مرجاتے ہیں' میاں لوگ اس لئے مرجاتے ہیں کہ یہ زندہ ہیں۔ مرنے کا سب سے بڑا سبب زندگی ہے' جو زندہ ہے اسے موت آئے گی سوائے اللہ حی القیوم کے' ہر زندگی پہ موت آئے گی اور موت کا وقت وہ جانتا ہے۔ کتنے لوگ پچھلے رمضان میں ساتھ تھے جو اب نہیں ہیں' کتنے آج ہیں جو کل نہیں ہوں گے جو آج نہیں ہیں۔ پوری دیانت داری سے رمضان المبارک مہینے میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر باوضو اللہ کے گھر بیٹھ کر میں آپ کو جو بتا سکتا ہوں وہ اتنی سی بات ہے کہ اگر ہو سکے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانو۔ ساری برکتیں' ساری نعمتیں اس بات پر منحصر ہیں کہ آپ نے عظمت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا پہچانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اللہ فرماتا ہے میں دعا رد نہیں کرتا۔

اجیب الدعوۃ الداع اذا دعان۔ کوئی دعا مانگے تو سہی اور پھر دیکھے میں کیسے قبول کرتا ہوں۔ اجیب الدعوہ الداع اذا دعان۔ جب بھی مانگے اور پھر رمضان میں تو خصوصاً"۔ یار خدا کے لئے خدا سے اس کے نبی علیہ الصلواۃ والسلام مانگو۔ سب کچھ اسی میں ہے۔ آپ جو بھی چاہتے ہیں جو نعمتیں دنیا اور آخرت کی چاہتے ہیں' جو عظمتیں آپ کے ذہن میں ہیں وہ ساری کی ساری اس میں ہیں اور اس سے زیادہ آپ کی اور میری تمناؤں سے زیادہ نعمتیں اس میں ہیں۔ مرزا مظہر جانان جان شہید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم برراہ ثنا نیست

اللہ کوئی ہماری تعریف کے انتظار میں نہیں بیٹھا اور نہ اللہ کا رسول اس بات کا منتظر ہے کہ ہم آپ کے لئے کیا نعت پڑھیں گے۔

محمد حامد حمد خدا بس

اللہ کی تعریف کا حق ادا کر دیا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جیسی تعریف آپ نے کی ہے کوئی دوسرا کیا کرے گا جو سجدہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا کوئی دوسرا کیا کرے گا۔

محمد حامد حمد خدا بس
خدا خود مدح خوان مصطفیٰ بس

اور نبی علیہ السلام کی نعت جو رب نے کہہ دی ایسی کون کہہ سکتا ہے۔

مناجات اگر باید بیاں کرد
بیعت ہم قناعت ے تواں کرد

فرماتے ہیں اگر بندہ بیان کرنا چاہے جب بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے لب سے کچھ مانگنا چاہے تو ایک ہی بات مانگے۔

محمد از تو ے خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں بات کرے تو نبی علیہ الصلواۃ والسلام سے اللہ کو مانگے نبی علیہ السلام کی بارگاہ سے دنیوی چیزیں مت مانگو۔ نبی علیہ السلام کی بارگاہ سے دولت مت مانگو۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہ سے حکومت و شہرت مت مانگو۔ نبی علیہ السلام سے مانگنا ہے تو رب کو مانگو اس کے پاس رب ملتا ہے۔

محمد از توے خواہم خدا را
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

اور رب سے مانگو تو صرف نبی علیہ الصلواۃ والسلام کا عشق مانگو۔

دگر لب وا مکن مظہر فضولیست
سخن از حاجت از در فضولیست

اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں جو کچھ کہو گے وہ فضول ہے۔ تو میرے بھائی رمضان میں اگر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ہوتی ہیں الحمدللہ! خدا کا ارشاد بھی ہے نبی علیہ الصلواۃ کا ارشاد بھی ہے صلی اللہ علیہ وسلم تو رمضان کے مبارک مہینے میں اگر مانگنا ہے تو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مانگ لو۔ کچھ لوگ تو پاگل ہو جائیں' ہم میں سے کوئی تو دیوانے ہوں' کوئی تو ظلمت کا سینہ چاک

باقی صفحہ 64 پہ ملاحظہ فرمائیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

احتسابی عمل کے چور دروازے

روئیداد خان (سابق وفاقی سیکرٹری)

6 اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے آئین کے آرٹیکل 58 کی شق 2 کی ذیلی شق (بی) کے تحت قومی اسمبلی کو تحلیل کر دیا تھا۔ اس فیصلہ کے نتیجے میں وزیراعظم بینظیر بھٹو اور ان کی کابینہ کے وزراء اپنے عہدوں سے فارغ ہو گئے۔ 11 اگست 1990ء کو میں نے وفاقی سیکرٹری کا حلف اٹھایا۔ چند روز بعد مجھے احتساب کا قلمدان سونپ دیا گیا۔ صدر غلام اسحاق خان نے احتساب کو اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھا ہوا تھا۔ اسمبلی کے خاتمے کے حکم کی وجوہات اور محرکات میں دوسری باتوں کے علاوہ وفاقی حکومت' حکومتی مشینری' آئینی اور دوسری کارپوریشنز جن میں بینک بھی شامل ہیں' جو ان کے ماتحت اور زیر نگرانی کام کرتے ہیں' میں اعلیٰ سطح پر بدعنوانی اور اقرباء پروری شامل ہیں۔

ایف آئی اے نے سابق وزیراعظم اور ان کے وزراء کے خلاف اختیارات کے غلط استعمال' بے جا طرفداری' اقرباء پروری اور بدعنوانی کے کئی ایک الزامات سے متعلق تفتیش کی ہے۔ ایف آئی اے کی جانب سے جمع کرائی گئیں انکوائری رپورٹس کا اٹارنی جنرل جناب عزیز منشی' جناب شریف الدین پیرزادہ' جناب رفیع رضا اور میں نے خود بنظر غائر جائزہ لیا۔ 1977ء کے پی پی او نمبر 17 کے آرٹیکل (4) کے دائرہ میں آنے والی بدعنوانی کے چھ نمایاں کیس مزید کارروائی کے لئے منتخب کئے گئے۔ اس کے علاوہ باقی وزراء اور قومی اسمبلی کے ارکان کے خلاف 9 کیس مزید کارروائی کے لئے منتخب کئے گئے۔ اس کے علاوہ وفاقی وزراء اور قومی اسمبلی کے ارکان کے خلاف 9 کیس بھی منتخب کئے گئے۔ جب صدر صاحب مطمئن ہو گئے کہ ایسے ٹھوس شواہد موجود ہیں' جن کی بناء پر یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ بدعنوانی کا ارتکاب کیا گیا ہے' انہوں نے یہ کیس قانون کے تحت قائم کی گئیں خصوصی عدالتوں کو بھیج دیئے۔ یہ سارے کا سارا عمل تین سال سے کم عرصے کے دوران میں مکمل کیا گیا۔ صدر صاحب کو کامل یقین تھا کہ عدالت کی کارروائی میں دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ نہیں لگے گا۔ ہمیں فیصلے کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کیونکہ اس کی سپورٹ کے لئے ناقابل مواخذہ دستاویزی ثبوت موجود تھے۔

بہر حال جب ایک مرتبہ ریفرنس عدالت میں پیش کئے گئے تو ردعمل کے طور پر احتساب کا سارا عمل اور اس عمل کی نگرانی کرنے والے قوانین اور قانون کے تحت قائم ہونے والی خصوصی عدالتیں زیر عتاب آگئیں اور ان سے متعلق کہا گیا کہ یہ مردہ اور غیر آئینی قوانین ہیں۔ ان سے معصوم لوگوں سے متعلق گمان میں کجی پیدا ہوئی اور یہ ریفرنس عمومی عدالتوں کے بجائے خصوصی عدالتوں میں پیش کئے گئے۔ ہم نے یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی کہ احتساب کا عمل موجودہ ملکی قوانین کے مطابق عمل میں لایا جارہا ہے۔ یہ قوانین سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور سے موجود ہیں۔ ہمیں یقین تھا کہ ہماری قانونی بنیاد مضبوط ہے اور ہم بڑی امید کے ساتھ ان مقدمات کے جلد ہی خاتمے کی توقع کر رہے تھے۔

غیر متوقع ہیجان پیدا کرنے والا پہلا فیصلہ لاہور سے آیا۔ جسٹس ملک قیوم کی خصوصی عدالت نے وفاقی وزیر جہانگیر بدر کے خلاف مقدمہ واپس متعلقہ اتھارٹی یعنی صدر کو بھیج دیا' کیونکہ ان کی رائے کے مطابق صرف ریکارڈ کی چھان بین اور دونوں متعلقہ پارٹیوں کو سنے بغیر کوئی بھی الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ کوئی بھی فرد یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ صدر کی طرف سے بھیجے گئے اس ریفرنس' جسے ملک کے بہترین قانونی ماہرین نے کافی غور و خوض کے بعد تیار کیا تھا' کو رسمی کارروائی کے بغیر' متعلقہ اتھارٹی کا نقطہ نظر جانے بغیر اور الزامات کے خلاف شہادتیں پیش کرنے کا موقع دیئے بغیر برخاست کر دیا گیا۔ ہمیں پیشگی بتا دیا گیا کہ ہمیں کس راہ پر چلنا ہے۔

کارروائی کو آگے بڑھانے کے لئے ہماری بہترین کوششوں کے باوجود سابق

www.naqshbandiaowaisiah.com

وزیراعظم بینظیر بھٹو کے خلاف چھ مقدمات میں سے کسی ایک کا بھی کسی طرح دو سال کے عرصہ میں فیصلہ نہ ہو سکا۔ مقدمے کی کارروائی کے التواء کے لئے بار بار تقاضے کئے جاتے رہے اور ہر بار نئی تاریخ دی جاتی رہی۔ کارروائی میں تاخیر کے کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا گیا۔ سرکاری عہدوں پر متمکن تمام جواب دہندگان نے جلدی کا مظاہرہ کیوں نہ کیا۔ جبکہ وہ جانتے تھے کہ وقت کے تعین کی صوابدید ان کے اختیار میں ہے۔ ایسے میں انہوں نے اس بات کا ادراک کیوں نہ کیا۔ وہ گواہ جو ان کے خلاف مقدمات کو ثابت کر سکتے تھے یہ گواہ بیزاری کی وجہ سے بھول سکتے تھے یا ان کی دلچسپی ختم ہو سکتی ہے۔ انہیں خریدا جاسکتا ہے یا پھر سیاسی صورتحال میں موافق تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔

ہم نے جلد ہی محسوس کرلیا کہ ہم اصل راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ عوامی سطح پر اس بات کو پذیرائی حاصل تھی کہ جن لوگوں نے ملک کو لوٹا ہے اور غارت گری کی ہے وہ کوئی بھی چیز لیکر رفوچکر ہو سکتے ہیں اور یہ بھی لوگ جانتے ہیں کہ نہ تو ہمارا قانونی عمل تیز ہے نہ ہی یقینی ہے۔ نہ ہی مضبوط' نہ ہی منصفانہ' بلکہ صرف کاغذی شیر ہے۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ حتمی فیصلے سے متعلق کم از کم ایک اپیل کرنے کی اجازت دی جاتی ہے' لیکن یہ جان کر ہم خوفزدہ ہو گئے کہ خصوصی عدالت کے پاس کئے گئے ہر عبوری حکم کے خلاف اپیل انکوائری کی کارروائی کے دوران ہی کی جاسکتی ہے۔ خصوصی عدالتوں میں کارروائیاں شاید اسی طرح ساکت کی جاتی ہیں کہ ان کی اپیل کی تجویز کو التواء میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے آپ کو ہی مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں۔ ہم ہی نے قوانین میں ترمیم کی تاکہ جہانگیر بدر کے خلاف ریفرنس میں پاس کئے گئے حکم کے خلاف اپیل کر سکیں۔ اس ترمیم کی ہمیں بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔

ہم نے جلد ہی محسوس کرلیا کہ ہمارے موجودہ عدالتی نظام کے تحت کسی ریفرنس کے مقدمہ میں جواب نادہندہ سے جواب حاصل کرنے کے لئے چاند پر آدمی بھیجنے اور اسے واپس لانے سے زیادہ وقت لگتا ہے۔ ہمارے نظام میں اتنی خامیاں ہیں کہ آخری فیصلے سے قبل آسانی سے پہلو تہی کی جاسکتی ہے۔ بینظیر کبھی ایک اور کبھی دوسرے عذر کی بنا پر استغاثہ کیس میں جواب دینے میں کامیابی سے پہلو تہی کرتی رہی ہیں۔ حالانکہ یہ کیس اس کے خلاف ایک طویل اذیت ناک اور ٹال مٹول کے عمل کے بعد دائر کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں کچھ گواہوں سے کئی مہینوں تک جرح کی جاتی رہی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں کئی ایک گواہ اعصابی طور پر شکستگی کا شکار ہو گئے۔

محترمہ بینظیر بھٹو دوبارہ اقتدار میں آئیں تو یہ تمام ریفرنس ان کے حق میں بڑی عجلت میں نمٹائے گئے اور ان کو بری کر دیا گیا۔ اس میں حیرانی والی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ معروضی صورتحال تبدیل ہو گئی تھی۔ بینظیر بھٹو ایک مرتبہ پھر وزیراعظم ہاؤس پر قابض تھیں۔ غلام اسحاق خان جنہوں نے ان مقدمات کو عدالتوں کی طرف ریفر کیا تھا' انہیں صدر اور حوالہ جاتی اتھارٹی بننے سے روک دیا گیا تھا۔

اس سارے عمل کے دوران ہماری مشکلات مزید بڑھ گئیں' جب میاں نواز شریف کو اکتوبر 1990ء میں وزیراعظم منتخب کیا گیا اور انہوں نے اٹل سیاسی فیصلہ کیا کہ وہ بے نظیر بھٹو کے خلاف احتساب کے عمل میں اپنے آپ کو ملوث نہیں کریں گے۔ میں وزیراعظم کو ہر ہفتہ ہر مقدمہ سے متعلق اس کی کارروائی رپورٹ بھیجا کرتا تھا اور مقدمہ سے متعلق ہمیں عدالت کے اندر اور عدالت کے باہر' جن مشکلات کا سامنا تھا ان سے متعلق بھی انہیں رپورٹ دیتا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ بھی مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ مقدموں کی کارروائی آگے کیوں نہیں بڑھتی۔ انہوں نے میرے ساتھ ایک میٹنگ کی لیکن یہ بھی چودھری شجاعت حسین کی ہدایت پر ہوئی' جو اس حکومت میں وزیر داخلہ تھے۔ انہوں نے صدر سے ملاقات کے بعد مجھے اپنے گھر ناشتے پر دعوت دی۔ صدر نے ان کی توجہ حکومت کی طرف سے مقدمات میں عدم دلچسپی کی طرف دلائی اور اس کے ساتھ ساتھ ان مقدمات کی قسمت سے متعلق وزیراعظم کی انتہائی بے اعتنائی کی طرف بھی توجہ دلائی۔

صدر صاحب سے میٹنگ کے بعد اچانک چودھری شجاعت حسین پر حقیقت

www.naqshbandiaowaisiah.com

آشکار ہوگئی۔ انہوں نے تقریباً" پیغمبرانی صوت و لفظوں اور واضح بصیرت کے ساتھ اپنے بدترین خدشات کا اظہار کیا کہ اگر بینظیر بھٹو سزا سے بچ گئیں اور دوبارہ اقتدار پر براجمان ہوگئیں تو بی بی ہمیں الٹا لٹکا دیں گی۔ انہوں نے یہ باتیں مجھ سے پنجابی زبان میں کہیں۔ ان کا خیال تھا کہ اس آفت کو ہر صورت میں ٹالنا چاہئے۔ اس کے بعد چوبیس گھنٹے کے اندر اندر میاں نواز شریف نے احتساب پر بحث کے لئے میٹنگ بلائی۔

اس میٹنگ میں جو لوگ موجود تھے' ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ چودھری نثار علی خان' اٹارنی جنرل عزیز منشی' سیکرٹری قانون' چودھری شجاعت اور میں خود۔ اس میٹنگ میں ہر ریفرنس کا گہرائی سے جائزہ لیا گیا۔ مقدمات کو تیزی سے نمٹانے سے متعلق کچھ فیصلے کئے گئے۔ میں حالات میں بہتری محسوس کر رہا تھا کہ چلو آخر کار مقدمات آگے کی طرف بڑھنا شروع تو ہوئے۔ لیکن مجھے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا کہ نواز شریف کو سمجھنے میں مجھے کتنی غلطی لگی ہے۔ مجھے اس بارے میں قطعاً" کوئی علم نہ تھا کہ احتساب سے متعلق یہ ہماری پہلی اور آخری میٹنگ تھی۔ اس کے بعد حکومت کے ایوانوں میں احتساب کا لفظ غلطی سے بھی سننے میں نہیں آیا' جیسے یہ انتہائی گندا لفظ ہو۔ غلام اسحاق خان کو مقدمات سے لڑنے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ جب اس معاملے میں وفاقی حکومت کی کوئی مدد حاصل نہ ہوئی اور وزیراعظم نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا تو ہر ایک نے لفظوں کے پیچھے چھپے ہوئے مفہوم کو جانچ لیا۔ ریفرنسوں کی قسمت کو بند کر دیا گیا اور اس کا نتیجہ ایک فراموش کردہ فیصلے کی صورت میں نکلا۔ نواز شریف کا خیال تھا کہ کسی دن ان ریفرنسز (Refere .nces) کو واپس لیکر وہ بینظیر بھٹو کا اعتماد حاصل کرلیں گے اور صدر کے خلاف ان کی حمایت حاصل ہو جائے گی لیکن چال الٹی پڑ گئی۔

پاکستان میں مختلف عہدوں پر تعینات افسران کے احتساب کے عمل میں ناکام تجربے سے کس قسم کے نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں؟ پہلی بات یہ ہے کہ لوگوں کا عدالت کی معروضیت' غیر جانبداری اور دیانتداری پر سے اعتبار اٹھ چکا ہے۔ آئین کے تحت عدالت کو ایگزیکٹو اور دوسرے سرکاری افسران کی بے قاعدگیوں اور مطلق العنانی پر کڑی نظر رکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ لیکن احتساب کے عمل کو ٹوپی ڈرامہ بنا دیا گیا ہے اقتدار میں آنے والی ہر حکومت احتساب کے نام پر بدعنوان انتظامیہ اور کمزور عدلیہ کی مدد سے اپنے سیاسی مخالفین پر مقدمات قائم کرتی' انہیں ہراساں کرتی اور انہیں ٹھکانے لگانے میں مصروف رہتی ہے۔

دوسری جانب حکمران پارٹی سے تعلق رکھنے والے وزراء وسیع پیمانے پر بدعنوانیوں کا ارتکاب کرنے' عہدے کے غلط استعمال سے بڑے پیمانے پر کرپشن کرنے اور اپنے عہدے کے حلف سے روگردانی کرنے کے باوجود بغیر سزا کے دندناتے پھرتے ہیں۔ ایسے میں نہ حکومت' نہ اپوزیشن اور نہ عدلیہ' غرض کسی کو بھی مغربی طرز کے احتساب میں دلچسپی ہے۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ چاہے آپ کتنے ہی ایماندار' راست باز' نیک نیت کیوں نہ ہوں' لیکن موجودہ عدالتی نظام کے تحت آپ کے لئے کسی گنہ گار پر الزام ثابت کرنا تقریباً" ناممکن ہے۔ اس طرح ایسی کوئی بھی کوشش' وقت' توانائی اور سرکاری پیسے کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں ہوگی۔

جنوبی کوریا کے دو سابق صدور (جو دونوں ہی فوج سے تعلق رکھتے تھے) کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور کرپشن پر جیل بھیجا گیا۔ سابق امریکی کانگریس کے رکن "روسٹن کووسکی" جو (Ways and Means) کمیٹی کے چیئرمین بھی تھے' کو اپنے عہدے کے غلط استعمال اور اپنے ملازمین کو گھر کی گھاس کاٹنے اور اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر تصویریں لینے کے لئے استعمال کرنے کی وجہ سے 17 ماہ کی جیل کی سزا سنائی گئی۔ اس کے علاوہ ان پر اپنے گھر میں موجود دفتر کے اکاؤنٹینٹ کو ٹکٹوں کی خریداری میں استعمال کرنے کا الزام بھی لگایا گیا ہے۔ بعد میں اس نے ٹکٹوں کو رقم میں تبدیل کرلیا۔

امریکی کانگریس کے سابق قانون ساز اور ذرائع و طریق کار برائے قانون سازی کا مئوثر رکن جب سزا سننے کے لئے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہوا تو امریکہ کے ضلعی جج مسٹر نارما ھالوے نے اسے سرزنش کی کہ اس نے اپنے علاقے کے رائے دہندگان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی' جنہوں نے اسے 1959ء سے 1994ء تک منتخب کیا۔ جج نے مزید کہا کہ تم نے انتہائی بے شرمی کے ساتھ اپنی حیثیت کا غلط

استعمال کیا۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق یہ الفاظ تھے۔

"اوہ! نامعقول انسان، لوگ تمہارے جیسے مضبوط اور غالب حیثیت کے مالک فرد سے اس قسم کے کردار کی توقع نہ رکھتے تھے۔ اب تمہیں اپنے عہدے کے غلط استعمال کی وجہ سے جیل کی ہوا کھانا پڑے گی۔ اور یہ واقعہ تمام عہدیداران کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔"

مسٹر گنگرچ جو ہاؤس کے مضبوط سپیکر تھے انہیں ضابطہ اخلاق کے حوالے سے قابل سزا معلومات ہاؤس میں پیش کرنے اور ہاؤس کے لئے رسوائی کا باعث بننے کی وجہ سے سرزنش کی گئی اور تین لاکھ ڈالر جرمانہ کیا گیا۔

چینی کہاوت کے مطابق مچھلی سب سے پہلے بالائی جانب سے پانی کو خراب کرنا شروع کرتی ہے۔ لہذا احتساب کی ابتدا بالائی طبقات سے ہونی چاہئے اور اس کا نفاذ حکمرانوں سے شروع کرنا چاہئے تاکہ زبردست طبقات یہ خیال کرنا چھوڑ دیں کہ وہ یونہی شتر بے مہار پھرتے رہیں گے۔ جنوبی کوریا، اٹلی اور امریکہ نے ثابت کیا ہے کہ اگر عزم پختہ ہو تو یہ کام کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے ساتھ المیہ یہ ہے کہ عوام کی نظروں سے اقتدار کے ایوانوں کی کرپشن ڈھکی چھپی نہیں لیکن یہ بے غیرتی اس لئے ہے کیونکہ صاحب اقتدار تجربات کی بنیاد پر جانتے ہیں کہ وہ صاف بچ جائیں گے۔

ملک کو بے رحمانہ احتساب کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں جب وزیراعظم اپنے عہدے کے غلط استعمال کی وجہ سے جیل میں جائے گا اور جب ہمارے ججوں میں سے کوئی ایک وزیراعظم کو "اعتماد کے مجروح" کرنے کی وجہ سے سرزنش کرے گا اور اسے جیل کی سزا سنا کر اس کے کردار کو قابل ملامت قرار دے گا۔ جیسا کہ نارماجج نے سینیٹر روسٹن کو وسکی کے ساتھ کیا تھا؟ وہ لمحہ ہماری عدلیہ کی برتری کا عمدہ ترین لمحہ ہوگا۔

اب جبکہ سیاسی ماحول ایک مثبت تبدیلی کے لئے تجربات میں سے گزر رہا ہے، پاکستانی عوام کی نظریں چیف ایگزیکٹو پر لگی ہوئی ہیں وہ اپنے وعدوں کا کتنا ایفا کرتے ہیں اور جن افراد نے عوام کے اعتماد کو مجروع کیا ہے اور جنہوں نے ملکی دولت بے دردی سے لوٹی ہے، ان کا بے رحمانہ احتساب کس طرح کرتے ہیں۔ جب تک لوگوں کے نمائندوں سے سختی سے حساب کتاب نہیں لیا جاتا اور ان میں سے جو لوگ ملزم پائے جائیں، انہیں جیل نہیں بھیجا جاتا، انہیں نااہل قرار نہیں دیا جاتا اور انہیں مستقبل میں پارلیمنٹ کا ممبر بننے سے روکا نہیں جاتا، اس وقت تک سارا جمہوری عمل بحال کردیا جاتا ہے تو بھی سوائے ڈھونگ کے یہ کچھ نہیں ہوگا۔ اور اس وقت تک آئین و قانون کے مطابق دیانت دار جمہوری حکومت اور صاف سیاست کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔

بشکریہ روزنامہ "خبریں"

پاکستانی قوم کے مسائل کا واحد حل

تبدیلی نظام

چہرے نہیں، نظام بدلا جائے

فرسودہ نظام سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے تبدیلی نظام کی جدوجہد میں شریک ہوں

منجانب ایک بندہ خدا

امیر محمد اکرم اعوان کا خصوصی انٹرویو

گفتگو ○ نجم الحسن عارف

گزشتہ دنوں روزنامہ "پاکستان" لاہور نے امیر تنظیم الاخوان مولانا محمد اکرم اعوان سے خصوصی گفتگو کی صورت میں انٹرویو لیا جو "المرشد" کے قارئین کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

تنظیم الاخوان، دینی جماعتوں میں سے ایک موثر اور منظم جماعت ہے اس میں تصوف کا رنگ غالب ہونے کے باوجود روایتی خانقاہی نظام کا تصور نہیں، بلکہ اس کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان "رسم شبیری" ادا کرنے کے طرز میں تبدیلی نظام کی جگہ جگہ بات کرتے رہتے ہیں گزشتہ دنوں وہ لاہور آئے تو ان سے ملاقات کی۔ گفتگو قارئین کی نذر ہے۔

سوال۔ مولانا! رواں سال کے آغاز میں ایک مرحلہ وہ تھا جب آپ فرما رہے تھے کہ آپ کو اقتدار کی ضرورت نہیں بلکہ محض اصلاح احوال اور نظام کی تبدیلی چاہتے ہیں۔ پھر یہ ہوا کہ آپ نواز حکومت کے خلاف تحریک تبدیلی نظام کے عملی اقدامات پر سوچنا شروع ہو گئے اور اب یہ صورتحال ہے کہ بارہ اکتوبر کو ملک میں آنے والی تبدیلی سے نیا منظر سامنے ہے۔ آپ کیا محسوس کرتے ہیں کہ ملکی حالات کس سمت میں جا رہے ہیں اور اس صورتحال میں کہاں کھڑے ہیں؟

جواب۔ بات یہ ہے کہ بارہ اکتوبر کے بعد چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے جو پریس کانفرنس کی اس میں انہوں نے جس سات نکاتی ایجنڈے کا اعلان کیا وہ حقیقت میں ہمارے ہی مطالبات کو قومی ایجنڈے کے طور پر اختیار کرنے کے مترادف ہے یقیناً" ہمیں اس سے خوشی ہوئی کہ ہمارے مطالبات قومی ایجنڈے کا حصہ بن گئے ہیں لیکن گزشتہ دو تین ہفتوں سے جو علامات سامنے آ رہی ہیں وہ خوش کن نہیں ہیں۔ خصوصاً" وزیر تعلیم کی طرف سے اس اعلان کا سامنے آنا کہ موجودہ حکومت بھی پہلے سے مروج تعلیمی پالیسی کو ہی جاری رکھے گی۔ اس سے کوئی اچھی بات اور امید پیدا نہیں ہوئی۔ اسی طرح یہ بات کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ملک میں سابقہ اقتصادی پالیسیاں اور ترجیحات بوجھ ہیں ملک پر بوجھ ہیں۔ ملک پر قرضوں کا بوجھ ہے عام آدمی کو دو وقت کی روٹی کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے اور یہ مزید سڑکیں اور کالونیں بنا رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کون سا غریب آدمی ہو گا جو چھ لاکھ میں گھر خریدے گا۔ اقتصادی شعبے میں بھی کوئی بہتری اور تبدیلی نہیں ہوئی، ٹیکسوں کے شعبے میں بھی لے دے ہو رہی ہے۔ حکومت نے پیٹرول اور بجلی کی قیمتوں کے بارے میں بھی یہی کہا ہے کہ ان میں اضافہ کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ قومی ایجنڈے کے مقابلے میں یہ مسئلے نہیں کہ اعلیٰ پوزیشنوں پر کون ہیں۔ اس کی اپنی ضروریات ہیں اس کے اپنے مسائل ہیں۔ اب تک جو اقدامات سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ نواز شریف سمیت پانچ چھ افراد کا ٹرائل ہو رہا ہے یا 50'40 نادہندگان پکڑے گئے ہیں۔ عام آدمی کو اس تبدیلی سے جس ریلیف کی توقع تھی وہ آہستہ آہستہ ناامید ہونے لگا ہے جو اچھی بات یا اچھا شگون نہیں کہا جا سکتا۔ اب فوج کامیاب نہیں ہوگی تو اس کا ردعمل کچھ اور ہو گا پھر آرمی کا بھرم ٹوٹ جائے گا اور اس طرح فوج کے چھوٹے چھوٹے داخلی معاملات میں ایشو بن جائیں گے۔

سوال۔ فوج تو پہلے بھی آتی رہی ہے؟

جواب۔ مسئلہ یہ ہے کہ 58ء کا مارشل لاء ایک نئی چیز تھی۔ یحییٰ خاں کا مارشل لا آیا تو بڑی بات نہ تھی۔ ضیاء الحق نے مارشل لاء لگایا تو لوگوں نے انجوائے کیا، مٹھائیاں بانٹیں، حلوے بانٹے، گپ شپ لگائی، لوگوں نے تعلقات بنائے ضیاء الحق کو ملے کچھ شوری میں گھس گئے، لیکن اب ماضی والی صورتحال نہیں ہے۔ ہماری رائے اب بھی یہی ہے کہ حکومت ان لوگوں پر ہاتھ ڈالے کہ جنہوں نے کرپشن اس انداز سے کی ہے کہ پیچھے کوئی نشان نہیں چھوڑا۔ ان کو پکڑا جائے جن کے پاس وسائل نہیں تھے لیکن آج وہ کروڑ پتی اور ارب پتی بن گئے ہیں۔ جن کے پاس کل رہنے کو گھر نہ تھا وہ آج بلند و بالا عمارتوں پلازوں اور کوٹھیوں کے مالک ہیں۔ ان کے پاس یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ گئے ہیں' اربوں روپے کے بنک بیلنس ہیں اور یہ سب کچھ کہاں سے آیا ہے۔ یہ کرپٹ عناصر صرف سیاستدانوں میں نہیں ہیں۔ بیوروکریسی میں بھی ہیں۔ یہاں لاہور میں ایک بیوروکریٹ کے میرے خیال میں چار پلازے ہیں جو اس نے کرائے پر چڑھا رکھے ہیں' ایک میں ٹویوٹا والوں کا شوروم بنا ہوا ہے۔ اس آدمی نے اپنی تنخواہ سے یہ سب کچھ کیسے بنا لیا؟ اسی طرح پولیس کے بعض لوگوں کے اکاؤنٹس اور جائیدادیں حیران کن حد تک غیر معمولی ہیں۔ کراچی کے ایک ڈی ایس پی کے کراچی میں آٹھ گھر ہیں' ہر گھر کی مالیت کم از کم دو کروڑ روپے ہے' اس کے دو شادی گھر ہیں' تین گھر اسنے اسلام آباد میں بنا رکھے ہیں یہ مال و دولت کہاں سے آیا۔ یعنی جو دولت ناجائز ذرائع سے جمع کی گئی ہے یہ قومی خزانے کا مال ہے ان لوگوں کا احتساب کیا جائے ان سے دولت واپس لی جائے' جس طرح عثمان فاروقی کا لاکر توڑا گیا تھا تو اس میں کروڑوں کی چیزیں نکلیں۔ اسی طرح ان بڑے اور کرپٹ عناصر کے لاکر بھرے پڑے ہیں۔ عام آدمی کے ریلیف کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان لوگوں سے قومی دولت برآمد کی جائے جو لوٹ کر باہر لے گئے ہیں اگر باہر سے لانا مشکل ہے تو کم از کم انکے ملک کے اندر موجود اثاثے تو ضبط کئے جائیں۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ انگریز نے لوگوں کو خرید کر جاگیریں دیں۔ یہ جاگیریں درحقیقت قوم سے غداری کا صلہ تھیں جو انہیں ملیں۔ لیکن وہ ان پر اب بھی قابض ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ انکا استحقاق بنتا ہے' ان سے جاگیریں واپس لی جائیں اور انہیں دی جائیں جو ان پر ہل چلاتے ہیں اور محنت کرتے ہیں ایک خرابی موجودہ نظام کی یہ ہے کہ اس میں اوپر والا تو طاقتور ترین ہوتا ہے اور نیچے والا مجبور محض بن کر رہ جاتا ہے۔ انگریز کو تو ایسا ہی کرنا تھا وہ باہر سے آیا تھا اور یہاں کے لوگوں پر وہ اسی طرح اپنی حکمرانی برقرار رکھ سکتا تھا' لیکن ایک آزاد ملک غلامی کے نظام کے ساتھ کیوں چمٹا ہوا ہے کیا ہمارے پاس اپنا کوئی نظام نہیں؟ جس قوم کے پاس اپنے اصول' اور اپنا نظام نہ ہو اسے زندہ رہنے کا کیا حق ہے' اگر واقعی بحیثیت ایک قوم کے ہم اپنا نظام اور طریق زندگی رکھتے ہیں تو پھر ہمیں انگریز کے مسلط کردہ نظام سے چمٹے نہیں رہنا ہوگا۔

نواز شریف سے کسی کو کیا دشمنی تھی۔ وہ وزیراعظم نہ ہوتے تو ہو سکتا ہے کہ انہیں لوگ جانتے بھی نہ ہوتے حقیقت یہ ہے کہ عوام جس تبدیلی کی توقع کر رہے تھے وہ یہ تھی کہ انہیں اس فرسودہ اور گھسے پٹے نظام سے نجات ملے۔

سوال۔ مولانا! وزیر تعلیم کی تعلیمی پالیسی سے متعلق بیان پر تو آپ نے تشویش ظاہر کی ہے لیکن آئین کی معطلی کے بعد عقیدہ ختم نبوت سے متعلق شقوں کو بحال کیا گیا' بلکہ نیشنل سیکورٹی کونسل' کابینہ کے ارکان یا صوبوں کے گورنروں کے حلف کی عبارت سے بھی عقیدہ ختم نبوت کو نکال دیا گیا۔ آپ نے اسے بھی محسوس کیا یا نہیں؟

جواب۔ اصل بات یہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت' پاکستان کی اساس ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور قادیانیوں کو اس لئے غیر مسلم قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس ملک کے اساسی نظریہ سے متصادم خیالات رکھتے تھے اور پھر یہ کہ پاکستان کی اسمبلی نے یہ فیصلہ ملکی دستور کا حصہ بنایا۔ اس صورتحال میں اگر آپ یہ توقع رکھیں کہ قادیانیوں کو اعلیٰ مناصب پر بٹھا کر ملکی بقا اور سلامتی کا اہتمام کر سکیں گے تو یہ دیوانے کا خواب ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی بقاء اپنے عقیدہ اور قائد کے ساتھ ہے' آج بھی وہ اپنے قائد کے وفادار ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ اگر خلفائے راشدین کا دور لوٹ آئے تو ہم تمام نظاموں کو چھوڑ چھاڑ کر اسکی طرف چلے جائیں گے اور یہ ممکن نہیں کہ خلفائے راشدین کو چھوڑ کر کسی اور سے وفا کریں اسی طرح ان قادیانیوں کے عقیدے کے مطابق مرزا غلام احمد کے بعد "عہد خلافت چل رہا ہے۔ اب ان کی اپنے خلیفہ کے ساتھ جتنی وفاداریاں ہیں وہ ہونی چاہئیں تو یہ تو ہمارا دماغ خراب ہوگا کہ ہم قادیانیوں کو شوریٰ میں لے آتے ہیں۔ یا کسی بھی ادارے میں۔ ہم اور اعلیٰ ذمہ داریوں پر لے آتے ہیں کیونکہ ایک بات طے ہے کہ وہ ملک کی بہتری کیلئے کام نہیں کریں گے کیونکہ ان کے نزدیک ہم تمام مسلمان کافر ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور جو مرزا غلام احمد کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ تو جو بندہ آپ کو مسلمان ہی تسلیم نہیں کرتا اس سے آپ کس قسم کی توقعات رکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ جس پر کچھ مخصوص جماعتیں کام کرتی ہیں مثلاً" مجلس ختم نبوت وغیرہ تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

انہوں نے نئے سیٹ اپ میں سامنے آنے والے لوگوں پر کچھ اعتراضات کئے ہیں۔ جس کا جواب چیف ایگزیکٹو نے یہ دیا کہ بھئی میں نے تو اچھے لوگ سمجھ کر لئے تھے اگر کوئی اچھا ثابت نہیں ہوتا تو آپ مجھے بتائیں انہیں بدل دیں گے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک آدھ استعفی بھی آیا جن میں ایک استعفی دیا ہے۔ اب سنا ہے کہ ان کے خلاف انکوائری بھی شروع کر رہے ہیں' ہماری ریاست نظریاتی ہے تو اس کے لئے نظریاتی لوگ ہونے چاہئیں کیونکہ قادیانیوں سے کسی بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی بلکہ ملک کو ان سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

سوال۔ آپ کو موجودہ سیٹ اپ اور اس کے لے کر چلنے والوں کی قیادت میں کل کا پاکستان کیسا لگ رہا ہے؟

جواب۔ بات یہ ہے ہمارے ملک میں ایک لاٹ بن گئی ہے ایک خاص حد سے اوپر کچھ لوگ ہیں جو زیادہ سے زیادہ پچیس تیس ہزار کی تعداد میں ہیں جن کا دیگر چودہ کروڑ عوام سے ہر معیار جدا ہے حتی کہ نیکی اور بدی کا معیار بھی الگ ہے' ان کے ظلم اور انصاف کا معیار بھی ہم سے الگ ہے جسے ہم عام لوگ ظلم سمجھتے ہیں ان کے نزدیک معمول کی بات ہے۔ جس چیز کو عام معاشرہ گناہ سمجھتا ہے وہ اسے گناہ نہیں سمجھتے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ میاں نواز شریف آج کہہ رہے ہیں کہ انکا قصور کیا ہے؟..... ان کی نظر میں جو کچھ ملک میں جاری تھا یہ غیر معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ یہی ممکن تھا یہی ہونا چاہئے کہ اگر لوگ بھوکے ہیں تو رہیں۔ اگر عام لوگوں کے بچے نہیں پڑھ رہے تو نہ پڑھیں' اگر ان کے ہاں ڈاکے پڑتے ہیں تو پڑتے رہیں' اس میں میاں نواز شریف کا کیا قصور ہے۔ اگر ان کے بچے قتل ہوتے ہیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ انکے نزدیک عام آدمی پیدا ہی مرنے کے لئے ہوتا ہے۔ کل نہیں تو آج مرجائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بخار کی بجائے گولی سے مرگیا یہ تو کوئی بڑا واقعہ نہیں ہو گیا۔ اس کی ایک مثال چھ ماہ میں قتل ہونے والے سو بچوں کی ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اتنی سفاکی کی کوئی نظیر نہیں ہے' ان کے نزدیک یہ بھی "روٹین ورک" ہو سکتا ہے کہ اس میں کسی بڑے گھر کا بچہ شامل نہیں اگر کسی لینڈ لارڈ' بیوروکریٹ یا سیاستدان کا بچہ مرتا تو معاملہ دوسرا ہوتا۔ چونکہ سب عام لوگوں کے بچے مرے ہیں۔ جنونی جاوید اقبال کے ہاں چمکدار گاڑیاں بھی آتی رہیں۔ پولیس کے لوگ بھی آتے رہے ہیں' خواتین بھی آتی رہیں ہیں ان واقعات کے پیچھے کون لوگ تھے ان کے نام سامنے نہیں آتے۔ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ وہ مختلف تنظیموں کے جلسے کرتا تھا۔ ان کے ہوٹلوں میں شامیانوں کے اخراجات برداشت کرتا تھا۔ سوال یہ ہے ان تنظیموں کے نام اخبارات میں کیوں شائع نہیں کئے جاتے جنہیں وہ سپانسر کرتا تھا۔ آخر ایک طبقہ ہے ناں جو سب کچھ بے نقاب نہیں ہونے دیتا۔ اب احق بلا کی موت جس طرح ہوئی ہے اور پولیس نے جو بیان دیا ہے وہ عقل میں آنے والی بات نہیں؟ اسی لئے میں کہوں گا کہ ملک میں ابھی تک اس گروپ کا قبضہ ہے جس کے پاس چمکدار کاریں ہیں اور پیسہ ہے۔ ابھی تک اسے نہ چھیڑا گیا ہے نہ تبدیلی آئی ہے اور سچی بات یہ ہے کہ تبدیلی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک قوم سے الگ معیار زندگی رکھنے والے پچیس تیس ہزار افراد کے سر اڑا نہیں دیئے جاتے۔ ان لوگوں کے سر کاٹے جائیں تو چودہ کروڑ عوام بچ سکیں گے۔ اگر تبدیلی آئی تھی تو فوج کو چاہئے تھا کہ ملک میں مارشل لاء نافذ کرتی۔ فوجی عدالتیں بنائی جاتیں' فائرنگ سکواڈ بنائے جاتے' اسی طبقے پر مقدموں کے بعد مجرموں کو فائرنگ سکواڈ کے سامنے کھڑا کیا جاتا اور سب کو پتہ چلتا کہ اس طبقے کا انجام یہ ہے اگر اب یہ بچ جائیں گے تو ساری وبا نیچے تک پھیل جائے گی' اور جیسا کہ اس وقت ہر آدمی سمجھتا ہے کہ قومی خزانے سے پیسے نکالنا کمال ہے اور واپس نہ کرنا اس سے بھی بڑا کمال ہے۔ یہ سوچ اور مضبوط ہوتی چلی جائے گی کیونکہ اس طرح کرنے والے لوگ "معزز" شہری ہیں۔ معاشرے کو سزا کی ضرورت ہوتی ہے یہ اذیت دینے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خرابیوں سے بچانے کے لئے ہوتی ہے۔ قران میں فرمایا گیا ہے کہ "اے اہل دانش قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے"۔ گویا جو قومیں مجرموں کو سزا دیتی ہیں وہی زندہ رہتی ہیں اگر آپ ظالموں کو نہیں روکیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مظلوموں پر مزید ظلم کر رہے ہیں تبدیلی تب کہی جائے گی کہ جب اس خاص طبقے پر پڑے گی۔ اور عام آدمی کو ریلیف ملے گا۔

سوال۔ جتنا سخت آپ فوجی ہیں آپ کو اس طرح کے فیصلوں کے حوالے سے

یمن چاہتے ہیں کیا عالمی صورتحال اس کی اجازت دیتی ہے کہ ایک جمہوری دنیا میں اس قدر سختی کی جائے؟ اس سے تو پاکستان تنہا نہیں رہ جائے گا؟

جواب۔ کیا وہ تنہا رہ گیا؟ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دونوں تبدیلیوں میں فرق ہے بات یہ ہے کہ جیسے بھی تبدیلی آئی' تو آئی' اب جب تبدیلی آگئی ہے تو یہ ساری چیزیں' ان کے گلے پڑ گئیں کہ وہ اس وقت ALL IN ALL ہیں کہ ملک کا آئین بھی معطل ہے اور ملک بھی چل رہا ہے' اس لئے کہ جو اقتدار پر بیٹھے ہیں ان کے پاس طاقت ہے اگر اس طاقت کی بنیاد پر چودہ کروڑ عوام پر حکمرانی مشکل نہیں تو یہ طاقت ظلم کے خلاف استعمال کیوں نہیں ہوتی۔ اگر یہ طاقت ظلم کے خلاف استعمال نہ ہوتی تو یہ ظلم کو تقویت دینے کا باعث بنے گی اور بالآخر اسے عوام سے مقابلہ کرنا ہوگا اور ملک خانہ جنگی کی طرف چلا جائے گا۔ نبیؐ نے فرمایا "اپنے مظلوم بھائی کی بھی مدد کرو اور ظالم کی بھی" آپ نے ظالم کی مدد کرنے کا مطلب یہ بتایا کہ اسے ظلم کرنے سے روک دیا جائے۔ اگر ظلم کو آپ روکتے نہیں تو آپ ظلم کے ساتھ ہیں۔ جب یہ طاقت موجود ہے کہ آپ چودہ کروڑ عوام پر حکمرانی کر سکتے ہیں تو یقیناً" ظلم کو بھی روک سکتے ہیں ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ آپ کو امریکہ کے نہیں بلکہ آپ کی اپنی قوم کے تعاون کی ضرورت ہے۔ کل نواز ساتھ تھا آج کہہ رہا ہے کہ پرویز مشرف بہت اچھا آدمی ہے اگر موجودہ حکومت کو عوامی حمایت حاصل نہ رہی تو امریکہ کہے گا کہ پرویز مشرف بھی اچھا آدمی نہیں۔ عالمی رائے عامہ کا انحصار آپ کی اپنی قوم کے عام آدمی کی رائے پر ہے۔ اگر عام آدمی کو کوئی ریلیف نہیں تو عالمی سطح پر آپ کو کون برا کہے گا اور اگر عام آدمی کو کوئی ریلیف نہیں تو عالمی حمایت بھی آپ کے کس کام کی؟

سوال آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ تاثر درست ہے کہ موجودہ حکومت قومی و عوامی جذبات کا احترام کرنے کی بجائے عالمی رائے عامہ کا زیادہ احترام کر رہی ہے۔

جواب ابھی تک تو یہی ہو رہا ہے اس کا حکومت کو فائدہ نہ ہوگا ابھی چند روز قبل ڈاکٹر محمود غازی کا بیان تھا کہ حکومت کا قبلہ ترکی کی طرف ہے مکہ کی طرف نہیں ہے گویا نیشنل سیکورٹی کونسل کے رکن نے بھی محسوس کیا کہ اس حکومت کی سمت درست نہیں ہے تو اس ملک کو اگر کسی بھی غیر اسلامی نظریہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں تو آپ کو 98 فیصد آبادی کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا۔ ان کے سر قلم کرنا ہوں گے یا ان کو گولی مارنا ہوگی اور جو 2 فیصد بچیں گے انہیں آپ جہاں چاہیں لے جائیں۔

اور اگر آپ اس ملک کو اسلام کی طرف لے جانا چاہتے گے تو پھر آپ کو دو فیصد طبقے سے نجات پانا ہوگی۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ 98 فیصد کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں یا دو فیصد کو دونوں میں سے ایک کا مقدر موت ہے۔

سوال لیکن مولانا یہ تو اسلام کو گولی سے لانے والی بات نہ ہوگی خواہ آپ دو فیصد لوگوں کو ہی اڑائیں اور کیا یہ لاقانونیت کا راستہ نہ ہوگا؟

جواب ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ اندھا دھند لوگوں کو پکڑ لو اور مارنا شروع کر دو ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ فوری فیصلے کرنے والی فوجی عدالتیں قائم کریں اور جن لوگوں نے لوٹا ہے ان کو سزا دو۔ عدالت کو یہ حق ہے کہ جن کرپٹ لوگوں نے عام لوگوں کو لوٹا یا قومی خزانہ لوٹا ہے ان کا احتساب کریں۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لٹیروں کی وجہ سے کتنے بھوک سے مر گئے' کتنوں کو ان کی لوٹ مار کی وجہ سے دوائی ملنا مشکل ہو گئی اور حد یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کے ایمان چھین لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ عام لوگ اٹھ کر ایک دوسرے کو مارنا شروع کر دیں بلکہ میرا کہنا یہ ہے کہ عدالتیں ان کے بارے میں فیصلے کریں اور انہیں قرار واقعی سزا ملے۔ ایک اور بات سمجھنے کی ہے کہ یہ تدبیر اسلام پھیلانے کی نہیں ظلم روکنے کے لئے پیش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ظلم کا جواب ہی تلوار ہے اسی لئے رحمت دوعالم کو بھی اپنے مبارک ہاتھوں میں تلوار لینا پڑی۔

حالانکہ آپؐ تو رحمتہ العالمینؐ تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ ظلم کو روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ تلوار ہے۔ یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ سزائیں معاشرے اور انسانوں کو غلط راہ پر جانے سے روکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی لوگوں کو سزائیں سنائی گئیں۔ حتی کہ حضرت عمرؓ کو ہاتھوں میں درہ لے کر گلیوں اور بازاروں میں جانا پڑا۔ جب تک احتسابی قوت نہیں ہوئی تو اصلاح

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں ہوگی=

سوال مولانا آپ کے خیال میں اس قسم کی رائے کے اظہار سے پہلے حکومت کس سمت میں جا رہی ہے تو موجودہ حکومت کو کتنا وقت دینا چاہئے؟

جواب یہ بات تو تب ہو جب حکومت کسی سمت میں جا رہی ہو' ابھی تک تو حکومت کی کوئی سمت ہی نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی حکومتی کارکردگی سامنے آئی ہے ابھی تو محض وعدے اور اعلانات ہی ہیں۔

عام تاثر یہ تھا کہ بعض حساس اداروں نے آپ کو کوئی ایسا اشارہ دیا تھا کہ ابھی نہ نکلیں؟

جواب یہ اندازے ہیں حقیقت میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔

سوال جی ڈی اے نے بھی حکومت کے خلاف کسی تحریک کے نہ چلانے کا عندیہ دیا ہے۔ آپ کے خیال میں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب اصل بات یہ ہے کہ وہ تحریک چلا سکتے ہی نہیں۔ ان میں سکت نہیں' جی ڈی اے تو خود خطرے میں پڑا ہے۔ کوئی حکومت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے کوئی کچھ چاہتا ہے۔

سوال لیکن آپ کی جماعت نے بھی سابقہ نواز شریف حکومت کے خلاف تحریک میں ساتھ دینے کے وعدہ کے باوجود ساتھ نہیں دیا اور پھر سینیٹر طارق چوہدری علیحدہ ہو گئے' کیا معاملہ تھا۔

جواب طارق صاحب سے ان سب نے وعدہ کیا کہ تم تنظیم الاخوان کو تحریک میں لے کر ضرور آؤ۔ میں نے بھی وعدہ کیا تھا کہ ہم آئیں گے لیکن میرا وعدہ مشروط تھا کہ آپ صرف گو نواز گو پر نہ رہیں ہم اس امر پر اتفاق کرتے ہیں کہ نواز شریف کو چلے جانا چاہئے لیکن اگر نواز شریف چلا گیا تو اس کے بعد کی صورت کیا ہوگی لیکن آخری دن تک انہوں نے کہا نواز شریف چلا جائے گا تو پھر اس مسئلے پر سوچیں گے۔ میں نے کہا اس میں ہم آپ کے ساتھ نہیں آسکتے۔ طارق چودہری کا خیال تھا کہ انہوں نے ذاتی طور پر چونکہ وعدہ کیا ہے اس لئے تنظیم کو جانا چاہئے لیکن ہم نے کہا تنظیم اس طرح افراد کے پیچھے نہیں جا سکتی۔ تنظیم کا اپنا ایک مشن اور نصب العین ہے اس سے اگر میں بھی ہٹتا ہوں تو مجھے حق حاصل نہیں انہوں نے کہا کہ میں استعفیٰ دیتا ہوں میں نے کہا ٹھیک ہے۔ جب تک وہ ہمارے ساتھ رہے انہوں نے اچھا کام کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ کے لئے کام کر رہے ہیں کوئی جتنا کر سکتا ہے کرے نہیں کر سکتا تو اس کے ساتھ کوئی جبر تھوڑا ہی کریں گے۔

سوال انہی دنوں آپ کی میاں نواز شریف سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں کیا طے ہوا؟

جواب جی ہاں میں نواز شریف صاحب سے بھی ملا تھا جو میں نے باتیں کیں ان کی فوٹو کاپی یہاں پڑی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا آپ لکھ کر بھیجیں میں نے اپنی تجاویز لکھ کر بھیج دیں۔ اس میں بڑی سادہ باتیں تھیں اس میں فوج میں حکومتی مداخلت کا بھی معاملہ تھا' کارگل ایشو کے حوالے سے تمام سیاسی جماعتوں کو بلانے کا مطالبہ تھا' انہوں نے میرے سامنے تسلیم کیا تھا کہ میں نے کارگل کے معاملہ میں سب کچھ نیک نیتی سے کیا لیکن مجھ سے غلطی ہو گئی وہ اس سے متفق تھے کہ جو کچھ ہوا وہ غلط تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ درست ہے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن میری نیت پر شک نہ کیا جائے' اس پر میں نے کہا کہ آپ یہ بات سب کے سامنے رکھیں تمام جماعتوں کو اعتماد میں لیں۔ اسی طرح میں نے انہیں عدلیہ میں اصلاحات کے حوالے سے بھی تجاویز دیں کیونکہ جوڈیشری میں بھی جو رشوت خور ہیں انہیں ہٹایا جانا چاہئے شہریوں کے لئے حصول انصاف کا معاملہ آسان بنایا جائے۔ میں نے انہیں سادگی کی طرف متوجہ کیا تھا کہ غیر ضروری اخراجات چھوڑ کر وسائل کو عام آدمی کی بہتری کی طرف لایا جائے۔ میں نے میاں نواز شریف سے یہ بھی کہا کہ میں آپ کو آپ کے وزارت اعلیٰ کے دور سے جانتا ہوں لیکن ذاتی فائدہ اٹھایا نہ کوئی قرضہ لیا۔ آخر میں ان سے کہا معاملات جس طرف جا رہے ہیں یہ اچھی بات نہیں۔

سوال نئی حکومت سے بھی آپ نے کوئی اسی قسم کی بات کی؟

جواب میری ابھی تک کسی سے ملاقات نہیں ہوئی' نہ فوجی حکام سے کوئی بات ہوئی' نہ ہی ابھی تک اخباری بیان جاری کیا تاکہ دیکھیں فوجی حکومت کیا راستہ اختیار کرتی ہے لیکن اب آکر یہ سمجھ آئی ہے کہ یہاں تو پانچ چھ آدمیوں کے ٹرائل کے سوا کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ اس صورتحال میں اب کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیونکہ مخمصہ میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

عوام کو زیادہ دیر نہیں رکھا جا سکتا۔

سوال بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ فوجی حکومت اچانک آئی ہے اس لئے ان کے پاس کوئی حتمی پروگرام نہیں؟

جواب صورتحال یہ ہے وہ تو آ گئے ہیں جیسے بھی آئے ہیں۔ اب تو یہ بات معنی نہیں رکھتی۔ اب تو یہ بحث ہوگی جب آپ آئے ہیں تو کیا کرنا چاہتے ہیں جو آپ نے ایجنڈہ دیا ہے اس کو عملی صورت دیں۔

سوال جنرل پرویز مشرف نے تو عملی اقدامات کا عندیہ دیا ہے۔

جواب جی ہاں آج بھی انہوں نے کہا ہے کہ میری جان بھی جاتی رہے تو عملی اقدامات کروں گا۔ میاں نواز شریف بھی کہہ رہے ہیں انہیں پھانسی دے دی جائے گی نہ جانے انہیں پھانسی اور موت کی خوابیں کیوں آتی ہیں۔ حالانکہ طیارہ کیس میں پھانسی کا خطرہ نہیں۔ اگر جہاز لینڈ نہیں کرنے دیا گیا تھا اور اس سے دو سو آدمیوں کے مرنے کا خطرہ تھا تو دو سو آدمی مرے تو نہیں تھے پھانسی تو مرنے کے بعد ہوتی ہے ارادہ قتل پر سزائے موت نہیں۔ ہر شخص بحفاظت نیچے اترا ہے نہ جانے نواز شریف ایسا کیوں کہہ رہے ہیں اسی طرح چیف ایگزیکٹو نے بھی کہا ہے کہ اگر جان بھی چلی جائے تو اپنا مشن پورا کروں گا۔ نہ جانے یہ حضرات ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔

سوال آپ نے فرمایا کہ فوجی حکومت چند لوگوں کا ٹرائیل کر رہی ہے؟

جواب یہ جو جھگڑا ہے جہاز لینڈ کرنے نہ دینے کا اتنا بڑا مقدمہ نہیں' اگر وزیراعظم اسلام آباد میں بیٹھا ہے تو جہاز اترنے کا تعلق کراچی سے ہے تو یہ پیچیدہ سا مقدمہ ہے آپ نے "کوپ" کر لیا سیدھے سیدھے جو اصلی مقدمات ہیں وہ سامنے لائیں جو سابقہ حکمرانوں نے پبلک کو لوٹا ہے وہ مقدمات سامنے لائیں اندر کمار گجرال اور اٹل بہاری واجپائی کے ساتھ ان کے تعلقات تھے انہیں سامنے لائیں جو ملکی مفادات کے خلاف اقدامات اور جو چیزیں وزیراعظم کی سطح کی ہیں اور بچے بچے کی زبان پر ہیں' انہیں سامنے لایا جائے۔ اندر کمال گجرال کے ساتھ ٹیلی فون پر مجاہدین کے بارے میں ہونے والی گفتگو جو اب انٹرنیٹ پر بھی آ چکی ہے' اصل مقدمات تو یہ ہیں انہیں سامنے لانا چاہئے اس کے علاوہ قومی خزانے کی لوٹ مار کا معاملہ جس کے نتیجے میں پوری قوم کرپشن کا شکار بنی چند دن پہلے کی بات ہے چار ڈاکوؤں نے مسافروں سے بھری ایک سوزوکی پک اپ لوٹ لی آپ اندازہ کریں کہ جو اس زمانے میں سوزوکی پک اپ میں سفر کرے' اپنے گاؤں جا رہے ہوں ان کے پاس کتنا سرمایہ ہوگا ایک لوڈر گاڑی جس پر لوگ بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ ڈاکوؤں کو سوزوکی کے تمام مسافروں سے صرف بارہ سو روپے ملے۔ گویا چار ڈاکوؤں کو تین تین سو روپے آئے۔ یقیناً" انہیں بھی اندازہ ہوگا کہ سوزوکی پر سفر کرنے والوں سے کیا نکلے گا لیکن انہوں نے بچوں کے شام کے کھانے کے لئے یہ "رسک" بھی لے لیا ہوگا۔ گویا وہ اس قدر مجبور تھے کہ اپنی جان اور عزت کو محض 1200 روپے کے لئے خطرے میں ڈال دیا۔

سوال مولانا آپ نے اس سے قبل ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ آج تو لوگ خود سوزیاں کر رہے ہیں کل یہ کھلی کچہریوں کو جلائیں گے؟ کیا آپ اسی طرف بڑھنے والے قدموں کی چاپ تو نہیں سن رہے؟

جواب بات یہ ہے کہ قدم اس طرح رہے اور حالات ایسے ہی رہے تو پھر خانہ جنگی ہوگی عام آدمی کو تبدیلی نظر نہیں آ رہی۔ میرا ایک حصہ دار ہے دینا اس کا نام ہے اس کے پاس تھوڑی زمین ہے میرے پاس زیادہ ہے لیکن میرا حصہ دار ہے۔ اس کی عمر 80--90 سال کے قریب ہے میں اپنی زمینوں پر گیا تو میرے پاس آ گیا' ماضی کا تکڑا اور مضبوط آدمی تھا جوانی میں زیادہ عرصہ یا مفرور رہا یا جیلوں میں۔ اس طرح کا اس کا پس منظر ہے' لیکن اب بوڑھا ہو گیا ہے اور تھوڑی بہت زمین پر گزارہ کرتا ہے میں زمینوں پر گیا تو لاٹھی ٹیکتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ " آپ سے ایک بات پوچھنی ہے لوگ کہتے ہیں کہ حکومت بدل گئی ہے۔ سچ ہے یا مذاق کرتے ہیں" یہ اس کا سوال تھا "مولانا واقعی بدل گئی یا ایسے ہی باتیں بناتے ہیں" میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے لیکن میں نے اس سے پوچھا تمہارا یہ سوال پوچھنے کا کیا مقصد ہے۔

کہ وہی ڈاکہ' وہی بھوک' وہی چوری' وہی ناانصافی جو کچھ تھا وہی کچھ رہے تو کیا حکومت بدل جانے کے بعد بھی کچھ تبدیلی حالات میں نہیں آئی۔ یہ سوچ ایک عام آدمی کی ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

سچی بات یہ ہے کہ ہم ایک ایسے موڑ پر
گئے ہیں کہ میں بڑے خلوص سے دعا کرتا
ہوں ۔ ہماری فوج لوگوں کو ناامید نہ کردے۔
فوج کے بعد کوئی حل نظر نہیں آتا۔ یہ
آخری علاج ہے اور میاں نواز شریف نے جو
ملک کے ساتھ سب سے بڑی زیادتی کی وجہ
ہے کہ ان کی نااہلی ملک کو واپس 1958ء والی
پوزیشن پر لے گئی ہے۔ جب ملک میں پہلا
مارشل لاء لگا تھا۔ اب اگر لوگ ناامید ہوتے
ہیں پھر شاید بہت بڑی تباہی آئے جس سے اللہ
پناہ میں رکھے۔ یہ ملک اس کا متحمل نہیں ہو
سکتا۔ اس تباہی کو روکنے کے لئے ہر سطح پر کام
ہونا چاہئے لوگ محرومی کا شکار ہیں اپنی چھوٹی
چھوٹی ضروریات کے لئے لوگ اپنی عزت بیچنے
کو تیار ہیں۔ نہ کسی کو تعلیم کی سہولت میسر ہے
نہ بیماروں کو دوائی ملتی ہے' نہ کہیں انصاف ملتا
ہے' تو جب لوگوں کو موت ہی دکھائی دیتی ہو تو
پھر کب تک لوگ انتظار کریں گے اب محض
خراب حالات کی نشاندہی اور اعتراف کافی
نہیں عوام اس سے آگے اب محرومیوں کا مداوا
چاہتے ہیں۔ عملی آغاز چاہتے ہیں گزشتہ دنوں
ایک جلسہ کے سلسلے میں جھنگ گیا تو وہاں جلسہ
عام کے بعد کچھ لوگوں نے کہا ہم آپ سے
الگ سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ میرے پاس آئے
تو معلوم ہوا کاشتکار ٹائپ تین چار لوگ ہیں وہ
مضبوط جسم اور اچھی قد و قامت کے لیکن ان
کے جسموں پر کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ ان میں
سے ایک نے کہا وہ اور اس کے بچے گزشتہ کئی
دنوں سے محض ان گنوں پر گزارہ کر رہے ہیں
جو وہ رات کو گاؤں کے مختلف گنے کے کھیتوں
سے چرا کر لے جاتا ہے اور سب اہل خانہ اپنی
اس واحد خوراک کے منتظر ہوتے ہیں۔ رات
کو گنے چوس کر پیٹ بھرتے ہیں اور اگلی رات
کو چوری کے گنوں تک پھر بھوکے رہتے ہیں
اس فرد نے اپنی حالت زار بتاتے ہوئے کہا کہ
اس سے پہلے کہ میرے بچے بھوک سے مر
جائیں یا میں مرجاؤں' مجھے کہیں مروادو۔

(مولانا اکرم اعوان نے جھنگ کے
کسان کا واقعہ سنایا تو ان کی آواز بھر گئی اور
آنکھیں پرنم ہو گئیں۔) وہ کہہ رہا تھا کہ ہم
سسک سسک کر نہیں مرنا چاہتے - میں سمجھتا
ہوں کہ کہ چودہ کروڑ کی آبادی میں دس کروڑ
ایسے ہوں گے جو پریشان حال ہیں۔ بارہ اکتوبر
کے بعد فوج نے بارہ بلٹ پروف گاڑیوں کا
آرڈر منسوخ کیا جو سابقہ حکومت نے منگوانے
کی تیاری کر رکھی تھی۔ ایک گاڑی کی قیمت
سات کروڑ روپے تھی۔

اب عام آدمی اور ارباب اختیار میں
ٹھن گئی ہے عام آدمی کو اتنا دیوار کے ساتھ لگا
دیا گیا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے نواز شریف کی
حکومت گئی تو کوئی ایک آدمی نہیں رویا۔ ایک
تو لوگوں کے شعور آگہی میں اضافہ ہوا اور
دوسری طرف لوگوں کے حالات تنگ ہو گئے
ہیں کہ اب برداشت کی حد ختم ہو چکی ہے۔

سوال مولانا کوئی اچھی اور خوش
کن خبر بھی سنائیں۔

جواب اچھی خبر یہ کہ انشاء اللہ اس
ملک میں اسلام نافذ ہو گا۔ انصاف ہو گا۔ حق کا
بول بالا ہو گا' اس میں کوئی شبے کی بات نہیں
اور اب جتنا سفر ہے اسی سمت میں چل رہا ہے
ہم اس حوالے سے ناامید نہیں ہیں۔

سوال لیکن اس کا عملی نفاذ اور بول
بالا دیکھنے کے خواہش مند علماء اور لوگوں کو کیا
کرنا ہو گا۔

جواب ہم ہی نہیں' جو بھی اپنے
آپ کو اسلام کے لئے مخلص سمجھتا ہے وہ اب
اپنا لائحہ عمل دیں کہ جس کے لئے خود بھی اگر
جان دینی پڑے' قید کاٹنا پڑے' تو اس کے لئے
تیار رہے اور 12 ضرب 8 اور اس سے بھی تنگ
کمروں میں رہنے اور کاٹنے والے مچھروں کا
سامنا کرنے کے لئے تیار رہے۔ اب وقت ہے
کہ جو ملک اور قوم کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہے
وہ میدان میں اترے۔

.شکریہ روزنامہ "پاکستان"

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی مرزا شہزاد کے
بھائی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔
ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

میجر غلام قادری صاحب مجاز ساتھی کی
ہمشیرہ وفات پاگئیں ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے
مغفرت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

رفاقت علی نائیک (احمد پور شرقیہ) کے
والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔
قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست
ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

آج اعلان کر دیں

تحریر جاوید چودھری

ناروے میں وزیراعظم اور وفاقی وزراء کے لئے الگ رہائش گاہیں نہیں وہ اقتدار میں آنے کے بعد اپنے شہروں' پرانے محلوں اور پرانے گھروں میں ہی رہتے ہیں اور وہیں سے دفتر آتے اور واپس جاتے ہیں اگر کسی وزیر کا گھر اوسلو سے دور ہو اور اس کے لئے وہاں سے روزانہ آنا جانا ممکن نہ تو حکومت اسے دارالحکومت میں فلیٹ لینے کی اجازت دے دیتی ہے لیکن اس سلسلے میں بھی احتیاط کی جاتی ہے کہ وزیر یا وزیراعظم کا فلیٹ آبادی سے دور الگ تھلگ نہ ہو' اس کے آگے پیچھے اور اوپر نیچے عام لوگ رہتے ہوں۔ نارویجن لوگوں کا خیال ہے کہ عام لوگوں میں رہنے سے منتخب نمائندوں اور عوام میں ایک تعلق قائم رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے اگر نمائندے منتخب ہونے کے بعد اپنے حلقے اپنے شہر اور اپنے محلے سے دور ہو جائیں تو انہیں عام آدمی کی مشکلات کا ادراک نہیں رہتا۔ ان کی' مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے' ان کا خیال ہے جو معاشرے اپنے حکمرانوں کو عوامی صفوں سے اٹھا کر ایسی جنت میں لا بٹھاتے ہیں جہاں دنیا بھر کی سہولتیں ایک ہاتھ کے اشارے پر ہوتی ہیں ان معاشروں کو برباد ہوتے دیر نہیں لگتی اور ان کا خیال ہے عوام سے فاصلے پر رہنے والے حکمرانوں کی پالیسیاں بے رحمانہ اور عوام کش ہوتی ہیں کیونکہ وہ عوام کے خادم بن کر نہیں آقا بن کر سوچتے ہیں۔

یہ بنیادی طور پر اسلام کا تصور حکمرانی ہے آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں آپ کو مدینہ منورہ میں کوئی خلیفہ ہاؤس' کوئی چیف ایگزیکٹو سیکرٹریٹ اور کوئی منسٹر انکلوژر (Enclosure) نہیں ملے گا۔ آپ کو حضرت عمرؓ تین براعظموں کے حکمران بن کر بھی اپنے پرانے گھر میں مقیم ملیں گے۔ آپ کو بوڑھی خاتون' حضرت ابوبکرؓ کا دامن پکڑ کر یہ سوال کرتی نظر آئے گی "اے ابوبکرؓ اگر تم خلیفہ بن گئے تو میری بکریوں کا دودھ کون دھوئے گا۔" اور آپ پہلی مسلم ریاست کے پہلے چیف ایگزیکٹو کو یہ کہتے سنیں گے "میں ہی دھوؤں گا کیونکہ ابوبکرؓ خلیفہ بننے کے بعد بھی ابوبکرؓ ہی ہے" آپ کو یو پی سے سنٹرل ایشیا تک پھیلی دنیا کی سب سے بڑی مملکت کے سربراہ حضرت عثمانؓ اسی پرانے اور بوسیدہ گھر میں دکھائی دیں گے' برسات میں جس کی چھت ٹپکتی تھی اور لو چلنے پر جس کی دیواریں پگھلنے لگتی تھیں اور آپ حضرت علیؓ کو بھی دنیا کے سب سے بڑے بیت المال کا رکھوالا بننے کے بعد اسی مختصر سے مکان میں داخل ہوتے اور وہیں سے نکلتے پائیں گے جس کی دیواریں پر ام حسینؓ خود اپنے ہاتھوں سے لیپ کیا کرتی تھیں۔ اس انداز حکمرانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان لوگوں نے ایسے اصول اور ضوابط کی بنیاد رکھی جن سے آگے چل کر ناروے جیسی سوشل ویلفیئر سٹیٹس نے جنم لیا۔

میرا ذاتی خیال ہے' یہ عام لوگوں میں رہنے اور عوامی مسائل سے نبرد آزما ہونے ہی کا اعجاز تھا کہ حضرت عمرؓ نے ایک روز اپنی اہلیہ سے پوچھا "ایک بیوی کتنے عرصے تک اپنے خاوند کا فراق برداشت کر سکتی ہے" تو "فرسٹ لیڈی" نے جو جواب دیا اس کی روشنی میں خلیفہ وقت نے فوجیوں کے لئے ہر چھ ماہ بعد چھٹی لازمی قرار دے دی یہ روایت آج تک دنیا کے ایک سو 32 ممالک کی افواج میں قائم ہے یہ بھی معاشرے میں عام آدمی کے ساتھ رہنے ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے نومولود بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ وظیفہ بھی نہ صرف دنیا کے 28 ممالک میں آج قائم ہے بلکہ اہل یورپ اسے آج بھی "عمرلا" کہتے ہیں اور یہ بھی بستی میں عام لوگوں کے ساتھ ہی رہنے کا کمال تھا کہ لوگوں کو خلیفہ کی چادریں تک گننے دیر نہ لگی۔ حکمرانوں کے احتساب کا یہ سٹائل بھی ابھی تک جدید دنیا کے زیادہ تر ممالک میں رائج ہے۔

ہمارے المیوں میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنے حکمرانوں کو برسراقتدار آتے ہی عام زندگی سے کاٹ کر الگ کر دیتے ہیں ہم بے نظیر کو لاڑکانہ کی دھول سے اٹھا کر اسلام آباد کی

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایسی پالیوشن فری دنیا میں لا بٹھاتے ہیں جہاں تک کسی مسئلے کی کوئی آنچ نہیں پہنچتی۔ ہم نواز شریف کو گوالمنڈی کی حبس اور گرمی سے اٹھاتے ہیں اور اسے ایک ایسی یخ بستہ جنت میں لا بٹھاتے ہیں جہاں آرزو اور تکمیل میں ایک چٹکی کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ہم ہر ہفتے اتوار بازار سے سستے آلو اور پیاز خریدتے عبدالستار کو ایک ایسے پرسکون اور ٹینشن فری ماحول میں لا بٹھاتے ہیں جہاں بل، کچن اور ضروریات زندگی ان کا مسئلہ ہی نہیں رہتیں۔ لہٰذا پھر یہ لوگ جنت میں بیٹھ کر ہم "دوزخیوں" کے لئے ایسی پالیسیاں بناتے ہیں جو ہم پر زندگی کی ہر سانس حرام کر دیتی ہیں۔

یقین فرمائیے! اگر ہمارے حکمرانوں کو اپنے زیر استعمال گاڑیوں کے سارے [illegible] برداشت کرنا پڑیں تو کبھی وزراء [illegible] سے [illegible] سرکاری گاڑیاں [illegible] حکومتی مشینری کو اپنی [illegible] پڑے تو کبھی پٹرول کی [illegible] نہ ہو۔ اگر ہماری رولنگ [illegible] اور بجلی کے بل خود اپنی [illegible] کرنا پڑیں تو کبھی تین سو یونٹوں کا بل تین [illegible] کے تین ہزار نہ آئے۔ اگر ہماری حکمران جماعت کو اپنے گھر اپنی تنخواہوں میں "مینج" (Manage) کرنے پڑیں، اگر انہیں بدستور اتوار بازاروں اور سیل کے موسموں کا انتظار کرنا پڑے، اگر انہیں اقتدار میں آنے کے بعد بھی اپنی بیگمات کو خود پک اور ڈراپ کرنا پڑے تو اس ملک میں کبھی زمین پر رینگنے والی مہنگائی آسمان کا ماتھا چومتی دکھائی نہ دے۔

میرا دعویٰ ہے کہ آپ آج اعلان کر دیں تمام وزراء پٹرول کے اخراجات اپنی جیب سے ادا کریں گے تو کل پٹرول کے نرخ 29 روپے سے 20 روپے لیٹر ہو جائیں گے تو مہنگائی کے خلاف احتجاج کرنے والے پہلے شخص کا نام شوکت عزیز ہو گا اور تمام وزیر اپنی سبزی خود خرید کر لائیں گے تو مستعفی ہونے والے پہلے وزیر کا نام عبدالستار ہو گا۔

بقیہ صفحہ نمبر 49 سے آگے

کرے، کوئی تو اس کافرانہ نظام کا جگر شق کرکے مسلمان کو محمد ﷺ کی بارگاہ میں دکھادے۔ اللہ کرے یہ ملک ہمیشہ قائم رہے اور اس پر اللہ ہمیں قرآن و سنت کی، اپنی اور اپنی حبیب ﷺ کی حکمرانی دیکھنا نصیب فرمائے۔

اور اے اللہ ہم اس قابل نہیں ہیں لیکن تیری رحمت وسیع ہے تو ہماری جان و مال ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ اپنے نبیؐ کے دین کے نفاذ کے لئے قبول فرما۔ آمین

○ خوشخبری ○

حضرت جی مدظلہ العالی کی شاعری کی کتب

"کون سی ایسی بات ہوئی"

قیمت 75 روپے

"سوچ سمندر"

قیمت 100 روپے

اور اس کے علاوہ انگریزی کتاب

The Fount of Modren Civilization

کا اردو ترجمہ

اسلام: جدید تہذیب کا سرچشمہ

قیمت 100 روپے

شائع ہو چکے ہیں

اویسیہ کتب خانہ - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ

ٹاؤن شپ لاہور